ہجومِ غم کو ہٹاتے ہیں یا علیؑ کہہ کر   ہزار وار پہ ہم ایک وار کرتے ہیں
یہ مجلس نہیں پیمان ہیں اطاعت کے   یہ ہم حسینؑ سے قول و قرار کرتے ہیں
علیؑ کے ذکر پہ ہو یا خدا کی قدرت پر   ہم ایک سجدۂ بے اختیار کرتے ہیں

اہل بیتؑ مصطفیؐ سے سیکھ شانِ خواجگی   حق کے بندے بھی رہے اور بندہ پرور ہو گئے
تربیت کی ذہنِ انساں کی غمِ شبیرؑ نے   صاحبِ دل بن گئے جو غم کے خوگر ہو گئے

نگاہوں میں ہے میری بائے بسم اللہ کا نقطہ   مجھے اب کیا تکلف ہو غرورِ نکتہ دانی میں

قرآں کی بات کون سمجھتا بجز علیؑ   ہر لفظ ہے خزانۂ حکمت لیے ہوئے

کس طرح جگہ ملتی اغیار کو اس گھر میں   دھبہ نہیں آسکتا تطہیر کی چادر میں
شبیرؑ بچالیں گے اسلام کو مٹنے سے   ان کا ہے بڑا حصہ احساسِ پیمبرؐ میں
مولاؑ کے غلاموں میں جبرئیلؑ بھی ہیں میں بھی   بس فرق ہے اتنا سا میں در پہ ہوں وہ گھر میں
قرآن ہے بے معنی عترت سے جدا ہو کر   جس گھر میں یہ آیا تھا معنی ہیں اسی گھر میں
شبیرؑ سیاست کا وہ قائدِ اعظم ہے   قانون بنا ڈالا عاشور کو دن بھر میں

بلغ پہ نظر پہنچا اے ناظرِ بے پروا   قرآں اِسی منزل سے کامل نظر آتا ہے
کیا جون سے رونق ہے انصارِ حسینیؑ میں   رخسارِ شہادت پر اک تل نظر آتا ہے
شاید یہ فرشتوں نے سوچا ہو شبِ ہجرت   انساں خلافت کے قابل نظر آتا ہے

حق پرستی خود شناسی ہمت و عزم و عمل   مل کے ان اجزا سے بنتی ہے تولائے حسینؑ
روئے زیبائے پیمبرؐ رونقِ کون و مکاں   رونقِ دوشِ پیمبرؐ روئے زیبائے حسینؑ

ضرورت ہے مصلّے کی فضا میں قوتِ دل کی   مسلماں یا علیؑ کہہ نعرۂ تکبیر سے پہلے
کلام اللہ کی تفسیر ہے ہر فردِ عترت کا   نظر کر ان کی سیرت پر ذرا تفسیر سے پہلے
سفر میں کربلا کے گردشِ تقدیر کیا کرتی   میں آگے بڑھ چکا تھا گردشِ تقدیر سے پہلے

نہیں یہ شان کسی درد کے فسانے کی   غمِ حسینؑ میں قدرت ہے دل بنانے کی
حسینؑ فکرِ شہادت میں خود ہی تھے ورنہ   کسے مجال تھی تیغِ ستم اٹھانے کی

پھر یہودی قصرِ گمنامی سے اُبھرے ہیں مگر   دینِ اسلامِ خدا محرومِ خیبر گیر ہے

ہم علیؑ والوں نے پرواہی زمانے کی نہ کی   مہرباں ہو کر رہا نامہرباں ہو کر رہا

دو اشک نہ ٹپکے جب آنکھوں کا بھرم کیا ہے   اٹھا جو نہ ماتم اس ہاتھ میں دم کیا ہے
صدیوں کے برابر تھی عاشور کی اک ساعت   اس دن کے مقابل میں تاریخِ اُمم کیا ہے
بخشے تو گئے ہوں گے کچھ ہم سے خراباتی   تاریخِ مودّت کی اے لوح و قلم کیا ہے
خاموش جو سنتے ہیں عترت کے مصائب کو   ان سے یہ کوئی پوچھے تائیدِ ستم کیا ہے

نافہم نصیری کی ادا بھاگئی دل کو   میں سوچ رہا ہوں کہ یہ دولت کدھر آئی
اب ہم میں نہیں جذبۂ انصارِ حسینؑ   اپنی تھی جو منزل ہوئی جاتی ہے پرائی

ہم اہلِ بیتؑ کے ہیں ایسے ماننے والے   کہ جن میں میثمِ تمار سا دلاور ہے
مباہلہ کی فضا بھی ہے دیدنی اے دوست   اس ایک لفظ میں اس کی ثنا کا دفتر ہے
قلم کے بدلے اٹھائیں گے وقت پر تلوار   مجھے یقیں ہے یہی عزمِ ہر سخنور ہے

تیرہ سو برس میں ہوئے کیا کیا نہ تغیر   کہہ دے کوئی شبیرؑ کے ماتم میں کمی ہے

اقوال حسینؑ ہیں عمل غیرِ حسینؑ — یہ دین کے الفاظ میں دنیا طلبی ہے
یہ حریت فکر یہ بیداریٔ اقوام — اک کوششِ تقلیدِ حسینؑ ابن علیؑ ہے

دیکھ کر مولاؑ علی کی شخصیت کو بے مثال — مسئلہ حل ہوگیا توحید کے اقرار کا

شرف پایا اسی نے دفن کرنے کا پیمبرؐ کے — جو واقف تھا مقامِ امتزاج روح و پیکر سے
ہمیں اللہ کے بندوں سے بس اتنا ہی کہنا ہے — نبیؐ لائے تھے اپنا جانشیں اللہ کے گھر سے

کٹتے رہے ہیں ہاتھ بدلتے رہے ہیں دور — دم بھر رکے نہ جام ولا کے شراب کے
اب لائیں گے نہ بحث میں ہم کربلا کی جنگ — کب تک چلیں گے دور سوال و جواب کے

سویا علیؑ کا لال دوعالم کو جیت کر — مٹھی میں کائنات تھی خنجر گلے پہ تھا

دشواریوں میں بھی ہے یہ فرض زندگی کا — مقصد بلند رکھنا آوازِ یا علیؑ کا
اے کربلا کے خالق عزم و عمل نے تیرے — کتنا بڑھا دیا ہے معیار آدمی کا
قرآں حدیث دونوں ہیں ایک ہی زباں کے — کیا راز کوئی سمجھے اب ربطِ معنوی کا

ہاتھ رکتے ہی نہیں ہیں ماتمِ شبیرؑ سے — استفادہ کر رہا ہوں موت کی تاخیر سے
جب زباں پر یا علیؑ آتا ہے فرطِ شوق میں — اک سہارا چاہتا ہوں نعرۂ تکبیر سے
اک نہ اک جا خلق میں مجلس کہیں ہوگی ضرور — کوئی پل خالی نہیں ہے ماتمِ شبیرؑ سے
میں نے باب العلم کی چوکھٹ کا بوسہ لے لیا — لوگ اُدھر الجھے رہے قرآن کی تفسیر سے
یہ اک ادنیٰ سی کرامت ہے غمِ شبیرؑ کی — آدمی انسان بنتا ہے غمِ شبیرؑ سے
اپنے خوں سے نقشِ لاَ اللہ لکھتے کیوں حسینؑ — کام چل سکتا اگر کچھ کاغذ کی تحریر سے

باز آجاتی اگر اُمّتِ غمِ شبیرؑ سے ‏ ‏ نا مسلماں کرتے ماتم اور مسلماں دیکھتے
میں زباں پر بھول کر لایا نہ رازِ معرفت ‏ ‏ یہ نصیری میرا صبر و ضبط پنہاں دیکھتے
اللہ اللہ کہنے والے قربِ حق کی شان میں ‏ ‏ یا علیؑ کہتے تو یہ مشکل بھی آساں دیکھتے

عاشور کے دن ظہر کو دنیا ہوئی واقف ‏ ‏ مومن کی نماز اور مجاہد کی دعا سے
شبیرؑ کا غم زندگیٔ فکر و نظر ہے ‏ ‏ ملتا ہے یہاں درسِ عمل اشکِ عزا سے
مجرم ہیں یہ روکے ہوئے ہیں اجرِ رسالتؐ ‏ ‏ وحشت جنھیں ہوجاتی ہے ماتم کی صدا سے

نبیؐ کے نور کو نہ دو آفتاب سے مثال ‏ ‏ وہ آفتاب کا خالق ہے آفتاب نہیں
عراق تجھ پہ ہزار انقلاب آئیں مگر ‏ ‏ تاثراتِ زیارت کو انقلاب نہیں
غمِ حسینؑ ہے یوں فکر پر اثر انداز ‏ ‏ خود اپنے دل کو بھی اپنے سخن کی تاب نہیں

آیۂ تطہیر کیا اعلان تھا تطہیر کا ‏ ‏ اذن لے کر گھر میں اتری آیۂ تطہیر بھی

چھوڑ کر عترت کا دامن کیا مسلماں لے گئے ‏ ‏ روحِ قرآں چھوڑ دی الفاظِ قرآں لے گئے
وسعت اخلاق اسلامی کا عالم کیا کہوں ‏ ‏ ہاتھ خالی ہیں مسلماں نا مسلماں لے گئے

دامنِ آلِ نبیؐ ہاتھ سے چھوٹے کیوں کر ‏ ‏ اس سے بہتر نہیں قرآن کی تفسیر کوئی
خونِ شبیرؑ کا اسلام کی بنیاد میں ہے ‏ ‏ ایسی محکم نظر آئے گی نہ تعمیر کوئی
خاک ہوجائے نہ جاکر درِ شبیرؑ پہ خود ‏ ‏ لے کے کیوں آتا ہے خاکِ درِ شبیرؑ کوئی

قرآن جس میں اترا ہے وہ گھر نہ ڈھونڈ لیں ‏ ‏ تفسیر ڈھونڈتے ہیں جو قرآں لیے ہوئے
سینہ پہ زخمِ ماتمِ شبیرؑ دیکھ کر ‏ ‏ اٹھے حریفِ دردِ نمک داں لیے ہوئے

علیؑ پرست کہو یا خدا پرست مجھے   پکارتا ہوں علیؑ کو مگر خدا کے لئے
ملے نہ ہوں گے علیؑ کو وہ ماں کی گود میں بھی   مزے جو نیند کے بستر پہ مصطفیٰؐ کے لئے

ملتی نہیں جہاں میں علیؑ کی مثال بھی   ہم نے تو یہ سنا تھا خدا بے مثال ہے
حاشا میں ہم نوائے نصیری نہیں مگر   جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں ذرا حسبِ حال ہے
پھر حشر ہے جو ذوقِ عمل ہو گیا کہیں   اب تک غمِ حسینؑ بحدِ خیال ہے

ہے یزید کاری بھی اُسوۂ حسینیؑ بھی   زندگی اندھیرا ہے زندگی اُجالا ہے
جب حسینؑ آئے ہیں منزلِ شہادت میں   کلمۂ شہادت کا جب سے بول بالا ہے
آج دن ہے عشرہ کا خونِ آدمی کیا   آج آدمیت کا خون ہونے والا ہے

کربلا دے مجھے معیارِ عمل کی توفیق   کل جو تھا بس وہی موضوعِ فغاں آج بھی ہے

حسینیتؑ سے جہاں انتساب ہو نہ سکا   شعورِ درد کبھی کامیاب ہو نہ سکا
یہ اتحادِ عمل تھا کہ مرتضیٰؑ کے سوا   کسی کا نفسِ پیمبرؐ خطاب ہو نہ سکا
ملی نہ اسوۂ شبیرؑ سے مدد جب تک   یزیدِ وقت کوئی بے نقاب ہو نہ سکا

نظر ڈالے ذرا پستی پہ اپنی   وہ ملّت جس کو نازِ کربلا ہے
خبر بھی ہے تجھے ہمنامِ عباسؑ   کہ ساتھ اس نام کے شرطِ وفا ہے

قسم کھاتا ہوں تیرہ سو برس کے دورِ ماتم کی   تیری چھ ماہ کی ہے عمر عمرِ خضر سے بہتر
مجھے نادان کہنا سادگی ہے فکرِ شاعر کی   نظر انداز کر دینا اسے اے غم کے پیغمبرؐ

دنیا میں یا حسینؑ کا نعرہ جو عام ہے   یہ دشمنِ حسینؑ سے اک انتقام ہے
قرآن میں خدا نے مودّت کہا جسے   یہ بھی حسینیتؑ کا حقیقت میں نام ہے

شاعر ہوں اس کے در کا میں اے شاعرانِ دہر   جس کا ہر ایک لفظ خدا کا کلام ہے

ظہر کو سجدوں میں تھے سر عصر کو نیزوں پہ تھے   روزِ عاشورہ نے دیکھی شانِ انصارِ حسینؑ
ڈوبتے سورج سے پوچھا یہ اُبھر کے چاند نے   کب سے ریگِ گرم پر رکھے ہیں رخسارِ حسینؑ

عباسؑ اک ایسی ہستی تھی عباسؑ اک ایسی ہستی ہے   اونچا کبھی جس کے پرچم سے معیارِ وفا کا ہو نہ سکا
انسان کی حد سے آگے ہے شبیرؑ کی راہِ فکر و نظر   ہر قوم میں جس کا ماتم ہو انساں کوئی ایسا ہو نہ سکا

تاجدارِ کربلائے عشق ہیں سبطِ نبیؐ   اشک و آہ و مجلس و ماتم سپاہِ عشق ہے

دشمن ہیں تیغ و تیر کی طاقت لیے ہوئے   شبیرؑ ہیں مزاجِ نبوت لیے ہوئے
قرآن کی زبان بھی ہوتی نہ مستند   آتا اگر نہ حرفِ مودّت لیے ہوئے

اسوۂ محنت کشانِ کربلا تعلیم کر   اٹھ صفِ ماتم بچھا کر قوم کی تنظیم کر

چہرۂ روشن دکھا کر فطرتِ اسلام کا   کلمہ پڑھوا دے حسینؑ ابنِ علیؑ کے نام کا

ذہن میں اسوۂ شبیرؑ کا معیار آئے   ہاتھ میں صبر کا دامن ہو کہ تلوار آئے
علیؑ اللہ کہے کوئی اگر مستِ ولا   قطع کر دوں جو زباں پر مری انکار آئے
جو بعنوانِ تجارت ہو محبت کیسی   کتنے مجلس میں بھی جنت کے خریدار آئے

اثرِ شہادتِ عظمیٰ کا جاودانی ہے   غمِ حسینؑ ہے باقی جہان فانی ہے
علیؑ کی مدح سے کیا دل بھرے گا دو دن میں   یہ سُن رہا ہوں کہ دو دن کی زندگانی ہے

اب تک ہے تردّد جنھیں لولاک لما پر   وہ چپ ہیں یہ جبیں ہیں مرے اندازِ ثنا پر
چھوڑی نہ کسی حال میں بھی تعزیہ داری   ہر حال میں بیٹھے رہے ہم فرشِ عزا پر

تیری مدحت کے جادے پر یہ فکرِ نجم کی حد ہے   حق آگاہی تیری منزل ید اللٰہی ترے تیور

تقلید میری ہوتی ہے اہلِ سخن میں نجم   چھایا ہوا دلوں پہ یہ رنگِ کلام ہے

نجم ہم نے مدح اہل بیتؑ کے ہر شعر میں   فاضلِ طینت کی فطرت کو نمایاں کردیا

اُن کی نعلیں مبارک میرے سر آنکھوں پہ نجم   تاجداروں سے ہیں برتر کفش بردارِ حسینؑ

حاجی ہو کوئی حافظِ قرآں ہو کوئی نجم   کچھ بھی نہیں علیؑ سے محبت اگر نہیں

نجم تیرہ سو برس سے آج تک قبرِ حسینؑ   معبدِ اہل وفا ہے سجدہ گاہِ عشق ہے

اک طرف ارضِ نجف اک سمت ارضِ کربلا   نجم لہریں لے رہا ہے کیا مقدر دیکھئے

شعورِ مدح بزرگوں کا فیض ہے اے نجم   زہے نصیب یہ اعزاز خاندانی ہے

ڈوبا ہوا اے نجم جو ہو عشقِ علیؑ میں   دنیا میں اسے کیا خبر سود و زیاں ہو

صلہ میں خلد وہ دیں گے تو نجم کہہ دیں گے   تمھارے نقشِ قدم پر نثار کرتے ہیں
خود پرستی رفتہ رفتہ حق پرستی بن گئی   نجم آخر شاعرِ آلِ پیمبرؐ ہو گئے

مقدس بانکپن اے نجم میرے تاجِ مدحت کا — کلاہِ خسروی میں ہے نہ دیہیم کیا میں
اے نجم میں شاعر ہوں سرکارِ امامت کا — نظمیں مری پہنچیں گی دربارِ پیمبرؐ میں

سب کہتے ہیں شاعر ہے دربارِ حسینؑ کا — نجم اپنی حقیقت سے غافل نظر آتا ہے

اے نجم بیٹھتے ہو اب کیا سنبھل سنبھل کر — آثار کہہ رہے ہیں اٹھنے کا ہے زمانہ

رفعت ترے کلام کی عرش آشنا ہے نجم — کھیلی ہے فکرِ دامنِ برق و سحاب میں

اے نجم جبیں ہوتی ہے چوکھٹ پہ نجف کی — میں مدح کے عالم میں فلک پر نہیں ہوتا

نجم میں ہوں شاعرِ بزمِ حسینؑ ابنِ علیؑ — میرا نغمہ ہے فقط سازِ حقیقت کے لیے

نجم شاعر ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کے در کا — اور دنیا میں نہ منصب ہے نہ جاگیر کوئی

کب دیکھیے طلب ہو دیارِ حسینؑ سے — بیٹھے ہیں نجم نذرِ دل و جاں لیے ہوئے

جناب نجم مقصد اور بھی کچھ ہے شہادت کا — سنا ہے قوم اب مقصد سے محروم ہوتی جاتی ہے

ابھی نجم کچھ اور نوحے سناؤ — ذرا قوم کی بے حسی جا رہی ہے

نجم ہم کو عیشِ فردوسِ تولا ہے بہت — ہم تمنائی نہیں فردوس کی جاگیر کے
نجم کتنے کام مداحانِ اہلِ بیتؑ کے — بے بتائے رنگ لائے بے سنوارے بن گئے

نجم اربابِ غرض نے دل کے ٹکڑے کر دیے ——— زندگی نعمت سہی نعمت سے بھی دل بھر گیا

اے نجم میری فکر کی اللہ ری ہمتیں ——— چاہوں تو بامِ عرش سے تارے اُتار دے

نجم اپنی زندگی ہے وقفِ مدحِ اہل بیتؑ ——— شاعرِ سرکارِ اہل بیتؑ کہلاتے ہیں ہم

انساں حسینیتؑ کو سمجھے گا نجم اک دن ——— جوہر نہ یہ ملیں گے دنیا کی خاک چھانے

اے نجم یہی شاید عنوانِ سفارش ہو ——— امید تو ہے اتنی آقا کی تولا سے

کس سے پوچھوں کہ سمجھتے ہیں وہ شاعر اپنا ——— نجم کا نام بھی فہرست میں لکھا دیکھا

قیامت ہیں نجمی کے پُر درد نوحے ——— عزادار کا دل ہلا دینے والے

نجم دنیا آلِ پیغمبرؐ کی دشمن ہی رہی ——— دل پہ کیا کیا داغ اُمت کے نگہباں لے گئے

میں نجم اپنا فرض سمجھتا ہوں منقبت ——— ناداں ہے دل جزا کا جو امیدوار ہو

شاعر ہیں اہل بیتؑ رسالتؐ پناہ کے ——— اٹھا یہ شور نجم جو مجلس میں آ گئے

جس در کے فقیروں میں بشر بھی ہیں ملک بھی ——— ہاتھ اپنے وہیں نجم بھی پھیلائے ہوئے ہیں

نجم کہیں ہمارے بعد اہلِ عزا یہ نہ کہیں   نجم کی طرح پھر کوئی نوحہ سرا نہیں ہوا

تھے نجم خوش نصیب کہ ذکرِ حسینؑ پر — روحی فداک کہہ کے جہاں سے گزر گئے

نجم ہمیں نزع میں صرف عزا دیکھ کر — موت بھی کچھ دیر کو در پر ٹھہر جائے گی

جناب نجم یہ عزلت گزینیاں کب تک — یہ بے نیاز روش چھوڑیے خدا کے لیے

بہرِ نجات نجم کہوں کیوں حسینؑ سے — شاعر ہوں اہل بیتؑ کا صورت سوال ہے

اب جلد آستانے پہ اپنے بلایئے — کب تک جئے یہ نجم گناہگار آپ کا

نجم ہو اگر نسبت اسوۂ حسینیؑ سے — ایک شعر مدحت میں خلد کا قبالا ہے
اجل جب چاہے منہ پر مُہر کر دے — علیؑ کا نام دل پر لکھ گیا ہے

بن گئی انساں کا معبد زمینِ کربلا — نجم جب عزم و عمل کی زندگی لائے حسینؑ

عطا کی میرزائی نجم کو پھر مدح کی نعمت — کیا ممتاز قدرت نے زبانِ میرؔ سے پہلے

نجم شاعر ہے علیؑ کا سب سے کمتر ہی سہی — نکتہ داں ہو کر سدھارا نکتہ داں ہو کر رہا

مدحت کی جوانی ہے پیری ہی سہی میری — احباب نہ یہ سمجھیں اب نجم میں دم کیا ہے
اردو میں ہے اے نجم مری نغمہ سرائی — نغمہ عجمی اور نہ لہجہ عربی ہے
اے نجم منقبت ہو اس وقت بھی زباں پر — جب نزع کی ہو ساعت عالم روا روی کا

کربلا کی راہ میں حائل ہیں کتنی مشکلیں — نجم پہنچے لڑتے بھڑتے گردشِ تقدیر سے

اسرار حقیقت مرے افکار ہیں اے نجم — تفسیر مرے شعر کی پوچھو عرفا سے

حسینؑ سے جو عقیدت ہے اہلِ ہند کو نجم — فضائے دہر میں اس کا کہیں جواب نہیں

میں ہوں کلیم طور ثنائے علیؑ کا نجم — انداز ہیں کلام میں نقشِ دوام کے

نجم کیا معلوم کس کا شعر انھیں آئے پسند — مدحِ اہل بیتؑ پر نازش خیال خام ہے

سب سے کم رتبہ سہی لیکن یہ رتبہ کم نہیں — نجم بھی تیرے ثنا خوانوں میں شامل ہے حسینؑ

ممدوح ہی واقف مری نیت سے ہیں اے نجم — دنیا میں شہرت مری آشفتہ سری کی

آئیں جب امامِ عصرؑ ان سے یہ کہے کوئی — نجم زار انتظار دیکھتا چلا گیا

یہاں تحفظِ انسانیت کا ہے یہ سوال — زبان سبطِ نبیؐ پر سوال آب نہیں
وہ عصرِ تنگ کی منزل وہ عظمت شبیرؑ — یہ وہ فضا ہے جہاں کوئی ہم رکاب نہیں

بیٹھے نصیریوں میں بھی ہم صوفیوں میں بھی — ذکرِ علیؑ کہیں بھی ہو عاشق ہیں نام کے
آتی ہے اور مدح سرائی میں کیفیت — جتنے حریف بڑھتے ہیں اس دورِ جام کے
عجب کیا کربلا وردِ دلِ جمہور ہو جائے — یہ غم ہر مملکت میں شاملِ دستور ہو جائے

بشر جس کو غرورِ عشق سے تسکین حاصل ہو		وہ سر رکھ کر نجف کی خاک پر مغرور ہو جائے
لگا رکھی ہے لو شمع شبستانِ رسالتؐ سے		نہ جانے کب چراغ زندگی بے نور ہو جائے

دور ہیں حبِ عمل سے جب تک اربابِ عزا		دیکھنے کے ہیں یہ آنسو غم برائے نام ہے
بیٹھ کر مجلس میں روئے اٹھ کے ماتم بھی کیا		اسوۂ انصار کی تقلید سے کیا کام ہے
فکرِ شاعر کی خطا ہے فن پہ کیا الزام ہے		شاعری اس دور میں لفظوں کا قتلِ عام ہے

O

فہرست سلام

نمبر شمار	عنوان	مطلع	تعداد شعر	صفحہ
1	محرم کا زمانہ	دلوں پر غم کا بادل چھا گیا ہے	(17)	
2	انداز ماتم	محرم میں مسرت خود بخود کم ہوتی جاتی ہے	(12)	
3	شایانِ کربلا	تجھ کو سلام رفعتِ ایوان کربلا	(25)	
4	اکبرؑ کی جوانی	اجل کا سامنا ہے اور اکبرؑ کی جوانی ہے	(14)	
5	دادِ وفا	یہ کس پر چھری تیز کی جا رہی ہے	(26)	
6	وفائے عہد	مرحلے آسان نہیں ہیں ماتمِ شبیرؑ کے	(17)	
7	حُسنِ عمل	کربلا والے غریبوں کے سہارے بن گئے	(10)	
8	کارِ نبوت	پیکرِ اسلام میں اک روحِ تازہ بھر گیا	(17)	
9	شہر یاری	بہت سجادؑ کو ملت کی فکرِ رستگاری ہے	(14)	
10	اٹھارہ داغ	دنیا میں غم حسینؑ کا پروردگار دے	(13)	
11	سبز پرچم	سبز پرچم بزمِ ماتم میں جو لہراتے ہیں ہم	(14)	
12	وعدہ گاہ	دنیا گری ہوئی ہے آج ہماری نگاہ سے	(14)	
13	زندہ نشانیاں	سنتے ہیں سر کٹایا جب شاہِ کربلا نے	(25)	
14	عرش کا تارا	قوم کی خاطر ران کو سدھارا	(11)	
15	میدان کا دولہا	اس شان کے دنیا میں دیکھے نہ سنے پیاسے	(14)	
16	بلندیٔ افتاد	مشکیزہ جب کہ تیرِ ستم کھا کے گر پڑا	(13)	
17	تمکینِ سلیمانی	اکبرؑ کا تنِ نازک زخموں سے گل افشانی	(23)	

نمبر شمار	عنوان	مطلع	تعداد شعر	صفحہ
18	خونِ تمنّا	ہائے عاشور کو شبیرؑ نے کیا کیا دیکھا	(19)	
19	پیامِ عزا	سلامت ہیں درسِ وفا دینے والے	(14)	
20	چاک گریباں	حسرتیں پھوپھیوں کی ماں بہنوں کے ارماں لے گئے	(20)	
21	لالہ زار	یہ محبت رسولؐ کا انجام کار ہو	(16)	
22	اب کہاں	فاطمہؑ زہرا کے جانی اب کہاں	(17)	
23	شانِ جلالت	سردے کے نانا جان کی دولت بچا گئے	(14)	
24	راہِ رضا	میدانِ شہادت میں حسینؑ آئے ہوئے ہیں	(17)	
25	اے حسینؑ	اسلام تیرا حاصلِ محنت ہے اے حسینؑ	(20)	
26	حوصلۂ بشر	بعدِ حسینؑ یوں کوئی جلوہ نما نہیں ہوا	(11)	
27	آخری سجدہ	زرد کرنیں ڈوبتا سورج زمینِ کربلا	(19)	
28	آخری سجدہ	تیرے سجدہ میں ہے وہ روحِ جلالت اے حسینؑ	(19)	
29	آخری سجدہ	اک مسافر قبرِ پیغمبرؐ سے اٹھوایا ہوا	(19)	
30	آخری سجدہ	ڈوبتے سورج کی غمگیں روشنی سجدے میں ہے	(16)	
31	کربلا کے مسافر	مقتل میں لاشیں رہ گئیں نیزوں پر سر گئے	(12)	
32	پیامِ عمل	قتل کی شبیرؑ کی بات کدھر جائے گی	(13)	
33	سبز قبا	شاید ہے طلب پھر مری شبیرؑ کے در سے	(12)	
34	دین کا رہبر	مستحکم کیوں نہ ہو تیری بزرگی اے علیؑ اصغر	(16)	
35	شورِ وفا	سبطِ نبیؐ سے دینِ خدا کا قیام ہے	(14)	
36	دردِ درماں	چاند نے زہراؑ کے مستقبل درخشاں کر دیا	(10)	
37	شانِ انصار	جنگ کا دن تھا مصلّے پر تھے انصارِ حسینؑ	(11)	
38	سلام	دل کی ان اطاعت میں نہ رہیں قدرت کو گوارا ہو نہ سکا	(11)	
39	طرحی سلام	رخ سمتِ کربلائے معلّیٰ اگر نہیں	(6)	

نمبر شمار	عنوان	مطلع	تعداد شعر	صفحہ
40	سجدہ گاہِ عشق	کربلا کی راہ میں رہبر نگاہِ عشق ہے	(17)	
41	مدحتِ مولا	زمینِ کربلا بھی یاد کرتی ہے تہہ دل سے	(12)	
42	نبضِ مشیّت	مقتل میں ہیں حسینؑ یہ قدرت لیے ہوئے	(11)	
43	رازِ عزاداری	موسمِ غم آ گیا کر شکرِ احسانِ حسینؑ	(13)	
44	فاقہ کش تاجدار	جمال ایسا کہ آسودہ نگا ہیں بزمِ انور میں	(14)	
45	آخری سجدہ	رہروانِ راہِ آزادی کے تیور دیکھئے	(11)	
46	سلام	والیِ دل نظر آئینہ رخسار آئے	(13)	
47	آخری سجدہ	اثر شہادتِ عظمیٰ کا جاودانی ہے	(8)	
48	سلام	ہم سمجھے تھے لہرائے گا کعبہ کی فضا پر	(10)	
49	سلام	ہر آہ مرے دل کی تولا کا نشاں ہو	(12)	
50	سلام	یہ عبادت اور ہے یہ کج کلاہی اور ہے	(4)	
51	صراطِ صبر	حسینؑ رازِ حیات آشکار کرتے ہیں	(21)	
52	پیامِ حریت	برتر از فکر و قیاس و فہم حیدرؑ ہو گئے	(13)	
53	تاجِ مدحت	نویدِ لافتیٰ آئی علیؑ کی مدح خوانی میں	(11)	
54	بلندیٔ ہمت	سرورؑ ہیں زیرِ تیغ یہ رفعت لیے ہوئے	(8)	
55	تکرارِ تجلی	کس طرح جگہ ملتی اغیار کو اس گھر میں	(14)	
56	حوصلۂ منزل	دل مجلس و ماتم کا حاصل نظر آتا ہے	(17)	
57	فطرتِ اسلام	متاعِ ذہن میں جس دن مسلکِ شبیرؑ ہو جائے	(9)	
58	فتحِ عظیم	کیوں کر نہ رنگ لاتا سر دے کے گھر بچانا	(14)	
59	ولولۂ انقلاب	اب کیا مرے گناہ رہیں گے حساب میں	(13)	
60	میدانِ عمل	قامت میں قیامت کا تو ہمسر نہیں ہوتا	(8)	
61	اُسوۂ شبیرؑ	پاؤں عابدؑ کا نئی راہ کی تعمیر میں ہے	(7)	

نمبر شمار	عنوان	مطلع	تعداد شعر	صفحہ
62	قرآن وعترت	ایک ہی گھر چاہیے قرآن وعترت کے لئے	(12)	
63	درودامن گیر	ہے علیؑ کی مِلک یہ قرآن بھی شمشیر بھی	(9)	
64	فخرِ انساں	چھوڑ کر عترت کا دامن کیا مسلماں لے گیا	(13)	
65	اُسوۂ انصار	پھر نہ پیدا ہوا شبیرؑ سا شبیرؑ کوئی	(12)	
66	سرمایۂ شرافت	تنہا کھڑے ہیں درشۂ مرداں لیے ہوئے	(14)	
67	علیؑ کا شباب	سبق حسینؑ کی محنت سے لو خدا کے لئے	(10)	
68	غم لازوال	خیبر کے سامنے اسدِ ذوالجلال ہے	(9)	
69	جادۂ دشوار	اسلام اے حسینؑ ہے غم خوار آپ کا	(16)	
70	سلام	اے امامِ عصرِ حاضر تجھ پہ ملّت کا سلام	(8)	
71	سلام	صاحبِ طورِ تجلّی کو ہساروں کا سلام	(7)	
72	سلام	بارہا اٹھے فتنے بارہا سنبھالا ہے	(12)	
73	سلام	فرماتے تھے شۂ روکے نہ کوئی آتا ہے اگر حُر نہ آنے دو	(7)	
74	سلام	غم شبیرؑ ہدایت کا نشاں آج بھی ہے	(5)	
75	سلام	محمدؐ عربی کا جواب نہ ہو سکا	(10)	
76	سلام	وہیں تک رونقِ دینِ خدا ہے	(16)	
77	سلام	راکبِ دوشِ نبیؐ ہے ذاتِ والائے حسینؑ	(15)	
78	سلام	کوئی واقف نہ تھا اس لذّتِ تاثیر سے پہلے	(12)	
79	سلام	نہیں یہ شان کسی درد کے فسانے کی	(6)	
80	سلام	نامِ اکبرؑ اختصارِ نعرۂ تکبیر ہے	(6)	
81	سلام	غم شہیدِ کربلا کا جاوداں ہو کر رہا	(11)	
82	سلام	سینوں میں دل دہل گئے نیزہ پہ سر دیکھ کر	(12)	
83	سلام	دو اشک نہ ٹپکے جب آنکھوں کا بھرم کیا ہے	(12)	
84	سلام	جب چھین لی عباسؑ نے اعدا سے ترائی	(12)	

نمبر شمار	عنوان	مطلع	تعداد شعر	صفحہ
85	سلام	اسی کے گھر میں رسالت بھی ہے امامت بھی	(13)	
86	سلام	شبیرؑ کے قبضہ میں حیات ابدی ہے	(18)	
87	سلام	دیکھ کر غمگیں تبسم عابدؑ بیمار کا	(5)	
88	سلام	اس شان کا رہبر بخدا ہو نہیں سکتا	(10)	
89	سلام	قیامت ہے جو بیگانہ رہے آلِ پیمبرؐ سے	(6)	
90	سلام	عشرہ کی صبح نعرۂ تکبیر اکبرؑی	(6)	
91	سلام	کیا سخت واردات تھی خنجر گلے پہ تھا	(13)	
92	سلام	لوٹا ہوں کربلا سے اب حال ہے یہ جی کا	(15)	
93	سلام	ہاتھ رکتے ہی نہیں ہیں ماتمِ شبیرؑ سے	(10)	
94	سلام	دیکھنے والے شبِ ہجرت کا عنوان دیکھتے	(12)	
95	سلام	دل میں غمِ حسینؑ کا روحِ رواں رہے	(11)	
96	سلام	ثابت یہ ہوا ذاتِ شہؑ عقدہ کشا سے	(12)	
97	سلام	کسی کے بس کی ثنائے ابوترابؑ نہیں	(10)	
98	سلام	جلوے خدا کے دین میں حُسن دوام کے	(12)	
99	سلام	محبت میں علیؑ کے دل سراپا نور ہو جائے	(11)	
100	سلام	یہ بتا دینا زمانے کو ہمارا کام ہے	(14)	
101	سلام	اگر وہ خود نہ دلوں کے نگہباں ہوئے	(8)	
102	سلام	کیا طریقت کیا شریعت صدرِ محفل ہے حسینؑ	(12)	
103	سلام	جب اہلِ تولا نے تولا میں کمی کی	(12)	
104	سلام	لاکھ ظلم روزگار دیکھتا چلا گیا	(12)	
105	کوثر والے	ملکِ عرب کا تپتا جنگل	(24)	
106	کرب و بلا	بھم ہیں آج زمین آسمانِ کرب و بلا	(8)	
107	سلام	اک اداسی کے سوا خیموں میں اب کیا رہ گیا	(12)	

محرم کا زمانہ

دلوں پر غم کا بادل چھا گیا ہے — محرم کا زمانہ آگیا ہے
ستارے اشکِ ماتم بن گئے ہیں — چمن میں روئے گل سنولا گیا ہے
جو بس چلتا اندھیرے ہی میں رہتا — نکل کر چاند بھی شرما گیا ہے
زمیں پر پڑگئی ہے اوس جیسے — پسینہ سا جبیں پر آگیا ہے
علیؑ کا لال یثرب کا مسافر — سفر میں اپنا مقتل پا گیا ہے
زمینِ گرم پر ہے جس کا تکیہ — نبیؐ کے دوش پر دیکھا گیا ہے
لبِ ساحل سے خیمے اُٹھ چکے ہیں — کنارِ نہر سے پیاسا گیا ہے
جو آئینہ تھا روئے سیدّہ کا — وہ چہرہ پھول سا کمھلا گیا ہے
ہوا دیتی ہے پرچم کو جلالت — علم خیمے سے باہر آگیا ہے
صدا کچھ بڑھ گئی ہے العطش کی — سنی ہے جس نے وہ تھرا گیا ہے
یہ اک نوحہ سا خیمہ سے نکل کر — دلِ اہلِ وفا تڑپا گیا ہے
نبیؐ زادوں کے رنج تشنگی میں — علم ساحل پہ بل کھاتا گیا ہے
ہزاروں ہیں اُدھر لیکن اِدھر سے — گیا ہے جو کوئی تنہا گیا ہے
ابھی آئی ہیں لاشیں بھانجوں کی — ابھی بھائی ابھی بیٹا گیا ہے
حسینؑ ابنِ علیؑ کا استغاثہ — ہر اِک ذرّہ کا دل برما گیا ہے
علی اصغرؑ کو اِک تیر سہ پہلو — ابھی تو خون میں نہلا گیا ہے
ابھی آقا گئے ہیں زیرِ خنجر — رضائے حق کا پیغام آگیا ہے

اندازِ ماتم

محرم میں مسرت خود بخود کم ہوتی جاتی ہے　　زمانہ کی فضا آمادۂ غم ہوتی جاتی ہے
لہو کے گرم قطرے اشکِ پیہم بنتے جاتے ہیں　　دلوں کی بیقراری صَرفِ ماتم ہوتی جاتی ہے
حسینی کارواں نزدیکِ منزل آتا جاتا ہے　　جو دنیا دین کے ہمراہ تھی کم ہوتی جاتی ہے
کمی منزل بہ منزل دیکھتے ہیں سبطِ پیغمبرؐ　　مگر تجویزِ قربانی کی محکم ہوتی جاتی ہے
شبِ عاشور کیا فرما رہے ہیں سرورِ عالم　　سکوں پرور دلوں میں شدتِ غم ہوتی جاتی ہے
اُدھر خاموش ہوکر رہ گئی ہے شمع خیمہ میں　　فلک پر روشنی تاروں کی مدھم ہوتی جاتی ہے
بہت آنکھوں میں آنسو آگئے ہیں لحنِ اکبرؑ سے　　اذاں میں شرکتِ اندازِ ماتم ہوتی جاتی ہے
پیامِ مرگ ہے اب اور انصارِ حسینیؑ ہیں　　بلاوے آرہے ہیں بزم برہم ہوتی جاتی ہے
قیامت ہے کہ وقتِ عصر زیرِ تیغ آئے گی　　وہ گردن جو خدا کی راہ میں خم ہوتی جاتی ہے
بہت شب ہوگئی معصوم بچے سوگئے شاید　　صدائے العطش خیمے میں مدھم ہوتی جاتی ہے
اسی غم میں کہ مہمانوں کو پانی تک نہیں ملتا　　فرات اِک قلبِ مضطر چشمِ پُرنم ہوتی جاتی ہے

جنابِ نجم مقصد اور بھی کچھ ہے شہادت کا
سُنا ہے قوم اب مقصد سے محرم ہوتی جاتی ہے

○

شایانِ کربلا

تجھ کو سلام رفعتِ ایوانِ کربلا　　تجھ پر درود جلوۂ جانانِ کربلا
اے بوئے مشک پیکرِ عنبر مزاجِ گل　　اے لالہ زارِ صبر گلستانِ کربلا

اے سجدہ گاہِ انجم و مہتاب و آفتاب — سجادۂ ریاضتِ سلطانِ کربلا
اے مسندِ جمالِ رئیسانِ ہاشمی — اے منزلِ جلالِ شہیدانِ کربلا
اے ارضِ کربلا یہ تیری شان کیوں نہ ہو — کس کا لہو ہے شاملِ ایوانِ کربلا
منظر بدل گیا جو ورودِ حسینؑ سے — کیا دیدنی تھی صورتِ حیرانِ کربلا
تیار کربلا تھی پہنچتے جہاں حسینؑ — ہمراہ تھا حسینؑ کے سامانِ کربلا
سنتے ہیں نیند آ گئی سجدے میں وقتِ عصر — جاگا ہوا تھا راتوں کا مہمانِ کربلا
وہ خاک و خوں کی مسندِ راحت پہ محوِ خواب — سلطاں کا افتخار سلیمانؑ کربلا
وہ لاش نور پاش دھندلکے میں شام کے — وہ غم کی شام زلفِ پریشانِ کربلا
سایہ کیا طیور نے بیکس کی لاش پر — آئے نہ دفن کرنے کو انسانِ کربلا
زیرِ زمین ہے اکبرؑ و قاسمؑ کا حسن بھی — دو جسمِ نازنیں ہیں دل و جانِ کربلا
مسلم کے لال زینبؑ مضطر کے لختِ دل — سروے کے بن گئے گل و ریحانِ کربلا
اس تشنہ لب کی پیاس پہ صدقے حیاتِ قوم — سقہ تھا جس کا شیرِ نیستانِ کربلا
رُلوا رہا ہے قوم کو صدیوں سے آج تک — چھ ماہ کا وہ کشتۂ پیکانِ کربلا
ندی چڑھی جو خون کی منہ اور اتر گیا — پہلے ہی کچھ عجیب تھا عنوانِ کربلا
عالم فدائے حاصلِ خونابۂ جگر — ملت نثارِ فاتحِ میدانِ کربلا
لاکھوں ہی اولیاء تھے ہزاروں ہی انبیاء — نکلے مگر حسینؑ ہی شایانِ کربلا
للہ اپنی قوم کے حالِ زبوں کو دیکھ — اے کائنات حُسن بہ دامانِ کربلا
یہ غمکدے تھے آلِ پیمبرؐ کے واسطے — زندانِ شام و کوفہ، بیابانِ کربلا
قربان ایسی موت کے جو خود ہو زندگی — پیمانۂ حیات ہے پیمانِ کربلا
روضہ ہے یا منارۂ عظمت ہے قوم کا — صلِ علےٰ جبینِ درخشانِ کربلا
چہرہ پہ خوں ملے ہوئے بالیں پہ تو بھی تھا — اے ماہِ آسمان و گریبانِ کربلا
پہچاننا محال ہو اب اُس نگاہ کو — دیکھا تھا جس نے پیکرِ بے جانِ کربلا
مل جائے اِس دور میں دو گز زمیں کہیں — للّٰلہ تجھ پہ ہو یہ احسانِ کربلا

○

اکبرؑ کی جوانی

اجل کا سامنا ہے اور اکبرؑ کی جوانی ہے
اس اٹھارہ برس والے نے بھی مرنے کی ٹھانی ہے

سنا ہے تین دن گزرے نہ کھانا ہے نہ پانی ہے
مگر اِس شیر کے چہرے کی رنگت ارغوانی ہے

دلِ صبر آزما کا ہو چکا دنیا کو اندازہ
ذرا اب دستِ ہمت کی بھی طاقت آزمانی ہے

عطش ہے دھوپ ہے میداں کی نیزے اور خنجر ہیں
مسلمانوں میں ہم شکلِ نبیؐ کی مہمانی ہے

لبِ کوثر انہیں دادا سے جامِ آب لینا ہے
پیمبرؐ کو لہو میں ڈوب کر صورت دکھانی ہے

قیامت تک نہ مرجھائیں گے جو گل یا کھلائے ہیں
انہیں اپنے ہی زخموں سے ابھی جنت بنانی ہے

انہیں پینا ہے شربت کی طرح آبِ دمِ خنجر
رگِ دل میں اسی دن کیلئے خوں کی روانی ہے

علیؑ اکبرؑ کا مرنا مجلسِ ماتم بنا دے گا
بہت خوش وضع ہے عالم بہت دنیا سہانی ہے

قیامت ہے کسی کا جان دینا اِس جوانی میں
زمیں سے آسماں تک سب جوانی ہی جوانی ہے

کوئی آساں نہیں تیروں میں سینہ تان کر جانا
یہ پشتینی سپاہی ہیں یہ جذبہ خاندانی ہے

دمِ آخر لہو کے فرش پر انگڑائیاں لیں گے
اجل سے بھی انہیں کچھ دیر طاقت آزمانی ہے

بدل دے گی فضائے دہر ان کی آخری کروٹ
جہاں تک جان باقی ہے وہاں تک جانفشانی ہے

کلیجہ میں سناں، ریتی پہ لاشہ، سر ہے برچھی پر
بڑی پُر درد یارب کربلا والی کہانی ہے

ابھی تک قوم میں ہے قلتِ ذوقِ عمل باقی
جناب تجمؔ کیسی نوحہ کوئی نوحہ خوانی ہے

○

دادِ وفا

یہ کس پر چھری تیز کی جا رہی ہے — زمیں کربلا کی ہلی جا رہی ہے
بہت مضطرب چاند ہے آسماں پر — بہُت مضمحل چاندنی جا رہی ہے
چمن زرد ہے پھول سنولا گئے ہیں — ستاروں کی تابندگی جا رہی ہے
دماغوں کے روشن دیے بجھ گئے ہیں — مہ و مہر سے روشنی جا رہی ہے
پُر آشوب ہیں شام و کوفہ کی نظریں — خیالوں سے پاکیزگی جا رہی ہے
سدھاری وہ اخلاق کی سر بلندی — وہ اسلام کی سروری جا رہی ہے
نئی شرع ترتیب دیتی ہے دنیا — نئی قوم تشکیل کی جا رہی ہے
شرافت کی آنکھوں میں اشک آگئے ہیں — محبت کی گردن ڈھلی جا رہی ہے
یہ دینِ خدا پر چڑھائی ہے کیسی — یہ کس سمت دنیا چلی جا رہی ہے
صدا دی ہے ملت نے سبطِ نبیؐ کو — کہ تعمیرِ ملت بگڑی جا رہی ہے
گلے کٹ رہے ہیں لہو بہہ رہا ہے — یہ بنیاد مضبوط کی جا رہی ہے
مسافر پہ ہے بند دو دن سے پانی — شقاوت کی ندی چڑھی جا رہی ہے
کہاں تشنگی اور کہاں حلقِ اصغرؑ — بڑی دور تک تشنگی جا رہی ہے
خدا را شبیہ پیمبرؐ کو روکو — پیمبرؐ کی تصویر بھی جا رہی ہے
بہت زخم کھائے ہیں قاسمؑ نے لیکن — نگاہوں میں سج دھج کھبی جا رہی ہے
بہت کم یہ رونق رہی کربلا میں — ابھی آرہی تھی ابھی جا رہی ہے
علمدارؑ کی گرم رفتاریوں پر — شجاعت بھی خود جھومتی جا رہی ہے
وہ ماتم کا طوفان ہے علقمہ میں — ہر اِک موج سر پیٹتی جا رہی ہے
تعجب نہیں ماں جو اصغرؑ سے پوچھے — سواری کہاں آپ کی جا رہی ہے
خبر آفتابِ رسالتؐ کو دے دو — کہ شمعِ امامت بجھی جا رہی ہے

ادا ہو رہا ہے خراجِ مودّت   یہ زندان میں آلِ نبیؑ جا رہی ہے
وہ محکم ہے تقریرِ بیمارِ غم کی   کہ نبضِ حکومت چھٹی جا رہی ہے
ابھی تک یہ مظلومیت کی کہانی   کہی جا رہی ہے سنی جا رہی ہے
سمجھ لے گی وہ بھی غمِ کربلا کو   جو دنیا ابھی اُلجھی جا رہی ہے
یہ گریہ نہیں ہے یہ آنسو نہیں ہیں   یہ دادِ وفا ہے جو دی جا رہی ہے
ابھی نجم کچھ اور نوحے سُناؤ
ذرا قوم کی بے حسی جا رہی ہے

○

وَفائے عہد

مرحلے آساں نہیں ہیں ماتمِ شبیرؑ کے   درد والے دل دِکھا دیتے ہیں سینہ چیر کے
گھر بنا کر دل میں اِنکا غم نکلتا ہے کہیں   پھر ہٹتے ہیں کہیں مارے ہوئے تاثیر کے
بانیٔ اسلام اسلامی حمیّت دیکھ لے   کتنے زخم آئے ہیں سینہ پر تری تصویر کے
قتلِ اولادِ نبیؐ پر نعرۂ تکبیر تھے   ہائے کیا مصرف ہوئے ہیں نعرہ تکبیر کے
قید و قتل و تشنگی و غربتِ آلِ نبیؐ   کیسے پُرغم ہیں عناصر قوم کی تعمیر کے
کربلا والے وفا کے عہد میں مارے گئے   یہ جَری کشتے نہیں ہیں نیزہ و شمشیر کے
ہائے سرور کی ضعیفی ہائے اکبرؑ کا شباب   ہائے وہ برچھی جو نکلی تھی کلیجہ چیر کے
امرِ خالق اور تھا ورنہ الٹ دیتے زمیں   چھوٹے چھوٹے دونواسے شاہِ خیبر گیر کے
دستِ نازک وہ جو رستہ روک دیں طوفان کا   گردنیں جو پھیر دیں منہ خنجر و شمشیر کے
تیرے دم سے جی اُٹھی مرتی ہوئی انسانیت   زندہ باد اپنے گلے پر لینے والے تیر کے

ہائے وہ بازو تصدق جن پہ کرنیں چاند کی
ہار بن کر رہ گئے جو گردنِ شبیر کے

ہائے عاشورِ محرم ہائے شامِ قیدِ غم
آج بے پردہ ہیں وارث چادرِ تطہیر کے

سالکِ راہِ رضا ہیں ورنہ سجادِ حزیں
ایک انگڑائی میں حلقے توڑ دیں زنجیر کے

کوفہ وزندانِ کوفہ خانۂ حارث، فرات
کیا یتیموں پر ستم تھے گردشِ تقدیر کے

ہل گیا بیمار کے خطبہ سے دربارِ یزید
دل بہت تڑپا کیے نشتر لگے تقریر کے

سچی راہِ عمل سے بہرہ ور ہیں ملتیں
سامعہ صدقے تیرے پیغام عالمگیر کے

نجمؔ ہم کو عیشِ فردوسِ تولا ہے بہت
ہم تمنائی نہیں فردوس کی جاگیر کے

○

حُسنِ عمل

کربلا والے غریبوں کے سہارے بن گئے
آسمانِ حُریت کے چاند تارے بن گئے

کاروانِ ظلم نے اٹھوا دیے خیمے تو کیا
تشنہ کاموں کے محل دریا کنارے بن گئے

اپنی جانیں دے کے غیروں کو بھی اپنا کرلیا
فاطمہؑ کے لال ہرملت کے پیارے بن گئے

سب شہیدِ کربلا بے امتیازِ نسل و رنگ
بانیٔ اسلام کی آنکھوں کے تارے بن گئے

زندگی بھر دیدہؑ و دل میں کھٹکتے ہی رہے
تیر و نشتر ماں کو اصغرؑ کے اشارے بن گئے

آئے یوں عون و محمد اپنے خون میں ڈوب کر
اور بھی خوش وضع بی بی کے دُلارے بن گئے

ہائے وہ شیروں کا مقتل ہائے ارضِ نینوا
جس کے ویرانے بھی فردوسی نظارے بن گئے

ماتمِ شبیرؑ کی جنت طرازی دیکھنا
غنچہ و گل اپنی آہوں کے شرارے بن گئے

ملتیں کتنی ہیں ماتم دارِ شاہِ کربلا
کتنی قوموں کے ولی مولاؑ ہمارے بن گئے

نجمؔ کتنے کام مداحانِ اہلِ بیتؑ کے
بے بنائے رنگ لائے بے سنوارے بن گئے

○

کارِ نبوت

پیکرِ اسلام میں اِک روحِ تازہ بھر گیا
ساری ملت کو جگا کر مرنے والا مر گیا

جس پہ گذرا ہے یہ عالم اس کے دل سے پوچھیے
کس طرح چھوڑا مدینہ کربلا کیونکر گیا

جان دی شبیرؑ نے اسلام کی تکمیل میں
یہ امامِ اہلِ دل کارِ نبوت کر گیا

عصر تک اولادِ پیغمبرؐ کی قربانی ہوئی
ظہر تک انصار کی لاشوں سے خیمہ بھر گیا

جیسے کوئی زندگی کی گود کا پالا نہ تھا
یوں اجل کے سامنے ایک اک وفا پرور گیا

موت بھی شرما گئی قاسمؑ کی سج دھج دیکھ کر
جنگ کے میداں میں جب یہ آئینہ پیکر گیا

مشک بھر کر نہر سے نکلا تھا عباسؑ جری
آب دریا دوش پر تھا اور پیاسا مر گیا

علقمہ سے کون پہنچائے سکینہؑ کو خبر
علقمہ تک جس کو جانا تھا لبِ کوثر گیا

کتنے دن گزرے تھے پیغمبرؐ کو دنیا سے گئے
چار دن کے بعد ہی ہم شکلِ پیغمبرؐ گیا

مُہر فطرت نے لگادی دفترِ ایثار پر
اپنا جھولا چھوڑ کر میداں میں جب اصغرؑ گیا

وعدہ گاہِ نینوا نے ساری دولت لوٹ لی
فاطمہؑ کا لال بھی آخر تہِ خنجر گیا

ایک دن جو دوشِ پیغمبرؐ پہ تھا اس پر سلام
اس کو مجرا ایک دن نیزے پہ جس کا سر گیا

آسماں یہ ظلمِ گیتی دیکھتے ہی رہ گئے
چاند کو نیزے پہ رکھ کر شام کا لشکر گیا

کربلا سے پھیر کر منہ جائیں گے مسلم کہاں
کربلا کی راہ پر اسلام کا رہبر گیا

ایک ہیبت اک خموشی تھی زمیں پر حکمراں
سر بکف سجدہ میں جب وہ خاصۂ داور گیا

بھیج اب خضرا سے یارب وارثِ شبیرؑ کو
بس کر اے ابرِ کرم اشکوں سے دامن بھر گیا

نجم اربابِ غرض نے دل کے ٹکڑے کر دیے
زندگی نعمت سہی نعمت سے بھی دل بھر گیا

○

شہر یاری

بہت سجادؑ کو ملت کی فکرِ رستگاری ہے
تری زنجیر سے جلاد یہ زنجیر بھاری ہے

شہیدِ ظلم کا ماتم ہے غم ہے سوگواری ہے
یہ وہ انسان ہے انسانیت جس نے سنواری ہے

جگا رکھا ہے تیرہ سو برس سے جس نے دنیا کو
اِک ایسی رات بھی اس مرنے والے نے گزاری ہے

خدا کی راہ میں چھوڑی سکینہؑ کی محبت بھی
سکینہؑ جو حسینؑ ابن علیؑ کو سب سے پیاری ہے

نبیؐ کا لاڈلا ہے آج مالک دین و دنیا کا
حریفِ دینِ حق سمجھے تھے اب دنیا ہماری ہے

نکھرتے ہیں غمِ شبیرؑ سے اخلاقِ انسانی
یہی غم ہے کہ جس سے زندگی کی آبیاری ہے

تڑپتے ہیں وہ ذرے جن پہ برسا تھا لہو اُسکا
ابھی وہ خاک زندہ ہے ابھی وہ خون جاری ہے

ارے قربانیوں کا سلسلہ جھولے تک آپہنچا
علی اکبرؑ سدھارے اَب علی اصغرؑ کی باری ہے

بدن کے داغ کیا گنتے ہو اس کے داغِ دل دیکھو
حکومت اسکی قائم ہے یہ سکہ اسکا جاری ہے

مسلماں سر لیے جاتے ہیں سوئے شام نیزے پر
سوارِ دوشِ پیغمبرؐ کی یہ آخر سواری ہے

گلے کٹوا دیے عترت نے قرآں کی حفاظت میں
یہ روحِ اتحادی ہے یہ شانِ ورثہ داری ہے

کہاں اک مسندِ پُر زر کہاں سجدہ تہِ خنجر
وہ دنیاوی حکومت ہے یہ دینی شہر یاری ہے

کہاں تک جینے والے صبر کرتے مرنے والوں کا
شہیدوں میں سکوں ہے قیدیوں میں بیقراری ہے

بلالیں شاید آقا کربلا میں موت سے پہلے
ابھی اے نجم کچھ امید ہے امیدواری ہے

○

اٹھارہ داغ

دنیا میں غمِ حسینؑ کا پروردگار دے　　دنیا کے ساتھ دین بھی یارب سنوار دے

عشرہ کا دن وہ دن ہے کہ خیرالنساؑ کا لال　　جس دن کے انتظار میں راتیں گزار دے

میداں کو جارہا ہے پیمبرؐ کا جان و دل　　اے چرخ، مہر وماہ کو صدقے اُتار دے

اے قوم کیا جری یہ جواں مرگِ قوم تھا　　ہر نوجوان کو تربتِ اکبرؑ پہ وار دے

عباسؑ ہیں فرات پہ بچے ہیں منتظر　　آواز دے صبا انہیں صحرا پکار دے

کون اپنے خوں میں آپ نہائے بجز حسینؑ　　جب موت زندگی پہ خدا اختیار دے

جس نے پیا ہو مہد میں بنتِ نبیؐ کا دودھ　　تسکین اس کو پیاس میں خنجر کی دھار دے

وہ دشتِ کربلا سے یہ پیغام دے گیا　　میدان جیتنا ہے تو ہمت نہ ہار دے

خلقِ عظیم سے اسے نسبت ہو کس طرح　　جو قوم چھ مہینے کے بچے کو مار دے

دنیا کے غم کو چھوڑ کے لو غمِ حسینؑ　　غم ان کا ہو تو داغ جگر بھی بہار دے

اٹھارہ داغ اٹھائیں جو تا شام صبح سے　　فطرت کہاں تک ان کے دلوں کو قرار دے

مرنے چلے ہیں کوفہ میں مسلم کے لاڈلے　　اتنا نہیں ہے کوئی جو گیسو سنوار دے

اے نجم میری فکر کی اللہ ری ہمتیں
چاہوں تو بامِ عرش سے تارے اُتار دے

○

سبز پرچم

سبز پرچم بزمِ ماتم میں جو لہراتے ہیں ہم
آلِ پیغمبرؐ کی عظمت یاد دلواتے ہیں ہم

کھینچ کر اِس رنگ سے تصویرِ عباسؑ جری
کائناتِ آدمِ عالم پہ چھا جاتے ہیں ہم

دردِ دل کی زندگی لے کر غمِ شبیرؑ سے
ساری دنیا میں پیامِ درد پہنچاتے ہیں ہم

خون میں ڈوبا ہوا آتا ہے اکبرؑ کا خیال
ناز پروردوں کو طوفاں آزما پاتے ہیں ہم

بے زباں اصغرؑ کا افسانہ سنا کر خلق کو
پتھروں کی آنکھ سے آنسو نکلواتے ہیں ہم

جب تصور اس کا لے جاتا ہے میداں کی طرف
اُس کی ننھی قبر سینے سے لگا آتے ہیں ہم

شام وہ عاشور کی اور وہ فضائے درد و غم
اس اندھیرے اس دھندلکے میں سما جاتے ہیں ہم

یاد آتی ہے اسیری سیدِ سجادؑ کی
جیسے اپنے سر درِ زنداں سے ٹکراتے ہیں ہم

عالمِ انسانیت کو سال بھر میں ایک بار
سرحدِ روحانیت میں کھینچ ہی لاتے ہیں ہم

کانپ جاتی ہے زمیں سینوں میں ہل جاتے ہیں دل
دست بر سینہ جدھر سے بھی گزر جاتے ہیں ہم

مدتوں روکا جنہیں صدیوں اُڑی جن کی ہنسی
وہ مقدس اشکِ غم آنکھوں سے برساتے ہیں ہم

ہم نشیں اِس منزلِ ماتم کا عالم کچھ نہ پوچھ
زندگی کو موت کو دونوں کو ٹھکراتے ہیں ہم

ہم نے قوموں کو جگایا ملتیں بیدار کیں
موت کی سی خامشی میں زندگی لاتے ہیں ہم

نجم اپنی زندگی ہے وقفِ مدحِ اہلبیتؑ
شاعرِ سرکارِ اہلبیتؑ کہلاتے ہیں ہم

وعدہ گاہ

دنیا گری ہوئی ہے آج ہماری نگاہ سے — یہ پھر گئی تھی سبطِ رسالت پناہ سے
اللہ رے حسینؑ کا سرمایۂ کرم — دشمن کو دیکھتے ہیں کرم کی نگاہ سے
آہی گئی شہادتِ مسلمؑ کی بھی خبر — پلٹا وہ کربلا کا مسافر نہ راہ سے
یوں تشنہ لب ہوا ہے کوئی ذبح نہر پر — پوچھو ذرا جہان کے سپید و سیاہ سے
پہلے تو ظالموں نے کیا وارثوں کو قتل — پھر قیدیوں کو لے گئے مقتل کی راہ سے
کیا وقت آگیا تھا کہ اصغرؑ سا شیر خوار — نکلا پئے جہاد حسینؑ سپاہ سے
جھولے میں بیقرار تھا معصوم بے زباں — بابا کی آرہی تھی صدا قتل گاہ سے
میداں کا شیر جنگ کے میداں میں رہ گیا — قاسم کی لاش اٹھ نہ سکی رزم گاہ سے
سبطِ نبیؐ پہ دور سے اعدا کے وار تھے — کیا تاب تھی نگاہ ملاتے نگاہ سے
قائم ہے استغاثۂ شبیرؑ آج بھی — فرمانِ آخری تھا یہ اس بارگاہ سے
ڈوبا ہوا ہے خون میں یہ کارواں مگر — وابستہ قافلے ہیں بہت گردِ راہ سے
عابدؑ نے شامیوں کے کلیجے ہلا دیے — خوش تھے بہت اسیروں کے حالِ تباہ سے
جو حریت کی راہ بنا کر گئے حسینؑ — راہیں نکل رہی ہیں اسی شاہراہ سے

دنیا میں بے مثال ہے یہ قوتِ عمل
سرکٹ گئے قدم نہ بڑھے وعدہ گاہ سے

○

زندہ نشانیاں

سنتے ہیں سر کٹایا جب شاہِ کربلا نے
بابا بھی سامنے تھے نانا بھی تھے سرہانے

یہ عاقبت کا سورج نکلا تھا جگمگانے
نہلا دیا لہو میں میدانِ کربلا نے

روحِ نبیؐ کہاں تھی اس وقت کون جانے
برباد تھا مدینہ آباد قید خانے

پہلے پھل گئے تھے آغوشِ مصطفیٰؐ میں
وقتِ اخیر آیا خنجر گلے لگانے

مولاؑ نے گردنوں سے بیعت نکال لی تھی
جائیں مگر لٹا دیں اہلِ وفا نہ مانے

بابا نے زندگی بھر مشکل کشائیاں کیں
بیٹے کے علقمہ پر کاٹے گئے ہیں شانے

میدان کو سدھارا خیمے سے لال جس کا
ڈیوڑھی تک آئی مادر بچے کا دل بڑھانے

اصغرؑ کی زندگی کا اتنا ہی تھا فریضہ
آئے تھے یہ عدم سے دنیا میں تیر کھانے

کیا یہ نہ جانتے تھے سبطِ نبیؐ کے قاتل
اسلام کی طرح سے پالا ہے مصطفیٰؐ نے

جاں اس نے جب سے دی ہے دل دے رہی ہے دنیا
سب اس کے ماتمی ہیں بیگانے اور یگانے

بیٹھے ہیں ہاتھ خالی اس وقت تک مسلماں
قبروں میں دفن کر کے اسلام کے خزانے

رن میں بنا گئے ہیں وہ اپنا خوں بہا کر
یہ منزلیں دعا کی سجدوں کے آستانے

ملت فدائے را ہے اے نا خدائے ملت
دریائے خوں میں چل کر کشتی لگی ٹھکانے

زندہ نشانیاں ہیں تا حشر یہ رہیں گی
سو بار اٹھ چکی ہے دنیا جنہیں مٹانے

جیسا لٹانے والا ویسا ہی دینے والا
سب کچھ لٹا دیا پھر سب کچھ دیا خدا نے

کتنے گھروں میں اب تک قائم ہیں یادگاریں
کیسے بسے ہوئے ہیں اجڑے ہوئے گھرانے

سن ساٹھ نے بنایا زنداں میں گھر ہمارا
صیاد نے اُجاڑے صدیوں تک آشیانے

دیکھے ہوئے تھے آنکھیں یہ سبطِ مصطفیٰؐ کی
آنکھیں بہت دکھائیں بدلی ہوئی فضا نے

پہنچا ہے ان سے پہلے آوازۂ جلالت
قیدی ہیں راستے میں منزل پہ ہیں فسانے

پابوسیوں کو ان کی چھائے ہیں غم کے بادل
طوفاں مصیبتوں کے اٹھے ہیں سر جھکانے

قرآں زبانِ حق پر آئین بن کے آیا — میداں میں آ گئے یہ راہِ عمل دکھانے
اولادِ مصطفےٰؐ ہے جکڑی ہوئی رسن میں — خاموش ہے زمانہ اللہ رے زمانے
ملت کی زندگی ہے قربانیاں انہیں کی — سمجھے کوئی نہ سمجھے مانے کوئی نہ مانے
اب تک لرز رہے ہیں تاریخ کی زباں پر — سادات کے لہو میں ڈوبے ہوئے فسانے
انساں حسینیت کو سمجھے گا نجم اک دن — جوہر نہ یہ ملیں گے دنیا کی خاک چھانے

○

عرش کا تارا

قوم کی خاطر رَن کو سدھارا — فرش کا مالک عرش کا تارا
راج کرے گا سیس کٹا کر — بنتِ نبیؐ کا راج دُلارا
سارے جہاں میں دھوم مچی ہے — نام بھی پیارا کام بھی پیارا
وقت جب آیا دینِ نبیؐ پر — اس کو بلایا اس کو پکارا
ملتِ حق کو بعدِ پیمبرؐ — اس نے بنایا اس نے سنوارا
راہِ خدا میں جان گنوائی — یادِ خدا میں وقت گزارا
آج اسی کے غم میں ہے دنیا — غم کا مجاہد غم سے نہ ہارا
درد سے اس نے منہ نہ پھیرا — اُس کی طرف تھا درد کا دھارا
سب کا شہیدِ کرب و بلا ہے — کیسا ہمارا کیسا تمہارا
اس نے بنا کی مجلسِ ماتم — جس نے بھی سمجھا درد ہمارا
سبطِ نبیؐ کے غم کی بدولت — نجم ہے غم کی آنکھ کا تارا

○

میدان کا دولھا

اِس شان کے دنیا میں دیکھے نہ سنے پیاسے   عباسؑ پلٹ آئے پیاسے لبِ دریا سے
یوں خاک بسر ہوگی اولادِ پیمبرؐ کی   یہ کس کو توقع تھی نیرنگیٔ دنیا سے
پیاسے ہیں نبیؐ زادے دریا سے ذراہٹ کر   ساحل پہ چھلکتے ہیں پانی سے بھرے کاسے
کیا جانیے پیاسوں کے احساس پہ کیا گزری   جب سرد ہوا آئی بہتے ہوئے دریا سے
یوں خون گراتے ہیں آقا کے پسینہ پر   ظاہر ہے شہیدوں کے خونبار سراپا سے
قاسمؑ جسے کہتے ہیں میدان کا دولھا تھا   دولھا کو ہے کیا نسبت میدان کے دولھا سے
جب قوم پہ وقت آیا دم بھر میں بدل ڈالا   جینے کے تصور کو مرنے کی تمنا سے
فطرت جو زباں دیدے عاشور کے افسانے   دریا سے سنے کوئی پوچھے کوئی دریا سے
جب رخصتِ آخر کو آئے تو یہ عالم تھا   پانی بھی سکینہؑ نے مانگا نہیں بابا سے
سوکھے ہوئے ہونٹوں کو جنبش ہے تہِ خنجر   مولاؑ کو سلام آیا کیا عالمِ بالا سے
تیروں کو ارادت ہے تیغوں کو عقیدت ہے   اِک سیّدِ بیکس سے اِک سرورؑ تنہا سے
آج اُن کی بھی مجلس ہے آج انکا بھی ماتم ہے   لپٹے تھے جو پروانے اس شمعِ تجلّا سے
ہشیار ذرا رہنا ماتم کے تماشائی   آنسو نہ نکل آئیں اس چشمِ تماشا سے

اے نجم یہی شاید عنوانِ سفارش ہو
امید تو ہے اتنی آقا کی تولّا سے

بلندیٔ افتاد

مشکیزہ جب کہ تیرِ ستم کھا کے گر پڑا — عباسؑ سا جوان بھی تیورا کے گر پڑا

بہرِ نماز گھوڑے سے اُترا نبیؐ کا لال — دنیا کو ہے گمان کہ غش کھا کے گر پڑا

جس میں سنانِ ظلم پہ آیا سرِ حسینؑ — یارب وہ قصرِ ظلم نہ تھرا کے گر پڑا

عشرہ کے دن اٹھا جو کوئی موجۂ فرات — ساحل تک آتے آتے ہی لہرا کے گر پڑا

کس کس کے دل پہ چوٹ لگی ہم سے پوچھیے — اسلام کا نشان جو تھرا کے گر پڑا

پابوسیِ حسینؑ کی حسرت لیے ہوئے — ہر جاں نثار حکمِ قضا پا کے گر پڑا

اس پر نثار جس کی مدد پر تھے مشرقین — وہ ساری کائنات کو ٹھکرا کے گر پڑا

اکبرؑ کو دیکھتی تھی بہ حسرت سپاہِ شام — اک اک نظر کو زلف میں اُلجھا کے گر پڑا

پامال ہوگیا سرِ میداں حسنؑ کا چاند — اِک طفل پوری فوج سے ٹکرا کے گر پڑا

دو چار دن رہا حُرِ غازی خلافِ راہ — آخر قدم پہ سیدؑ والا کے گر پڑا

پوچھو نہ ماجرا علی اصغرؑ کی موت کا — اک پھول تھا کہ شاخ سے مرجھا کے گر پڑا

دنیا پکارتی ہے شبیہِ نبیؐ جسے — سینہ پہ وہ حسیں بھی سناں کھا کے گر پڑا

لکھا گیا نہ خنجر و قاتل کا معرکہ
خامہ بھی نجم ہاتھ سے تھرا کے گر پڑا

○

تمکینِ سلیمانی

اکبرؑ کا تنِ نازک زخموں سے گل افشانی
ملت نے پیمبرؐ کی تصویر نہ پہچانی

سر دیکھ کے نیزہ پر دنیا کی وہ حیرانی
زلفوں کی سیہ تابی چہرہ کی درخشانی

وہ خوابِ شہادت میں کونین کا شہزادہ
وہ چہرۂ ہستی پر بیدار پریشانی

تکمیلِ شہادت کو وہ باپ کی تیاری
وہ صبر کی منزل میں مادر کی گرانجانی

یارب یہ نبیؐ زادے کس قوم کے مہماں تھے
کیا ذکر ہے راحت کا پانی نہ ملا پانی

دنیا کے لیے لُوٹا گھر آلِ پیمبرؐ کا
دنیا کے لیے ملت یوں ہوگئی دیوانی

واجب تھا پیمبرؐ سے اقرارِ وفا کرنا
اولادِ پیمبرؐ پر جائز تھی ستم رانی

اُٹھتی ہوئی لہروں نے بہتا ہوا خوں دیکھا
دو روز کے پیاسوں کی دریا پہ تھی قربانی

جب مشک چچا کو دی شرما کے بھتیجی نے
آنکھوں نے کہا آنسو ہونٹوں نے کہا پانی

سایہ تھا پرندوں کا شبیرؑ کے لاشہ پر
تاریخ نے دُہرائی تمکینِ سلیمانی

جو فاطمہؑ زہرا کی آغوش کا پالا ہو
اس جسم کے قابل تھی یہ سطوتِ روحانی

جنت کے جوانوں کی زیبا اُسے سالاری
ملت کے شہیدوں کی حاصل اسے سلطانی

منزل تھی محبت کی انوار کی تابانی
تلوار تھی گردن پر سجدہ میں تھی پیشانی

جانیں وہ لٹائی ہیں اس بے سرو ساماں نے
اب تک ہے زبانوں پر وہ حوصلہ سامانی

تاحشر حکومت ہے اِس شاہِ شہیدؑ کی
دو دِن کی حکومت میں کرلے کوئی من مانی

صدیوں سے ہے روزانہ ذکر اس کی شہادت کا
آمادۂ گریہ ہے پھر فطرتِ انسانی

اس در پر کوئی دیکھے ایثار کی خوش نظمی
اس در سے کوئی سیکھے آئینِ جہانبانی

مقتل کی ہواؤں میں زنداں کی فضاؤں میں
اسلام کی خدمت کی امت کی نگہبانی

کھویا ہوا تھا یارب کیا جذبۂ اسلامی
سوئی ہوئی تھی یارب کیا فطرتِ انسانی

سجادؑ کا دَور آیا سجدوں کی بہار آئی
رخصت ہوئی زنداں سے تاریکی و ویرانی

دربارِ یزیدی کا وہ صبر شکن منظر　　اسلام کے وارث کی منبر پہ دُر افشانی
دربار میں سنّاٹا لہجے سے پیمبرؐ کے　　وہ آنکھ اُٹھاتے ہی ظالم کی پشیمانی

دنیا میں ہمیشہ سے آنکھیں بھی ہیں آنسو بھی
دیکھی نہ سنی ایسی اشکوں کی دُر افشانی

○

خونِ تمنّا

ہائے عاشور کو شبیرؑ نے کیا کیا دیکھا　　اپنی آنکھوں سے بہتّر کا تڑپنا دیکھا
آنکھ بھر کر کبھی اکبرؑ کو نہ دیکھا جس نے　　اس نے لپٹا ہوا برچھی میں کلیجا دیکھا
ظالموں پیاس کی ایذا بھی اُٹھائی اس نے　　تم نے خیمہ بھی اب نہر سے اُٹھوا دیکھا
کیسے لب خشک تھے عباسؑ کے جب مشک بھری　　ہائے کس پیاس میں بہتا ہوا دریا دیکھا
دیکھنی تھی جسے اکبرؑ کی جوانی اس نے　　خونِ دل خونِ جگر خونِ تمنّا دیکھا
تو جو میدان سے بے شیر نہ آیا واپس　　ماں نے کیا جانیے کب تک ترا رستا دیکھا
ہائے اس مادرِ مجبور کی حسرت جس نے　　دور سے اپنے جگربند کا لاشا دیکھا
صبح سورج نے سلامی درِ شبیر پہ دی　　شام کو چاند نے کچھ اور ہی نقشہ دیکھا
ڈوبتے دن کی نگاہیں درِ شبیر پہ تھیں　　عصر کے وقت مسافر کو اکیلا دیکھا
اک بے یار و مددگار کی صورت دیکھی　　اک بے شیر کا اُترا ہوا چہرا دیکھا
تا گلو ظلم کی چڑھتی ہوئی ندی دیکھی　　ایک ننھا سا گلا خون میں ڈوبا دیکھا
موجِ دریا پہ اِدھر سینۂ ساحل پہ اُدھر　　ایک افسانۂ غم خون سے لکھا دیکھا
نہر کے سامنے جلتے ہوئے خیمے پائے　　شام سے پہلے ہی دنیا میں اندھیرا دیکھا

پا بہ زنجیر ملا ایک مریضِ لاغر　　روحِ کونین کو زنجیر میں الجھا دیکھا
ہر خس و خار میں اک آگ بھڑکتی دیکھی　　خون اِک اِک رگِ صحرا سے ٹپکتا دیکھا
کیا کہیں ان کی حمیت کو جن آزادوں نے　　قید میں آلِ پیمبرؐ کا تماشا دیکھا
پھر انہیں گوشہ نشینوں نے مسیحائی کی　　مدتوں دین کو دنیا نے تڑپتا دیکھا
دین کو خون میں نہلا کے لیا دم تو نے　　اپنا ظلم اے ہوسِ دولتِ دنیا دیکھا
کس سے پوچھوں کہ سمجھتے ہیں وہ شاعر اپنا　　تجمؔ کا نام بھی فہرست میں لکھا دیکھا

○

پیامِ عزا

سلامت ہیں درسِ وفا دینے والے　　ہمیں نازشِ کربلا دینے والا
یہ کہتے ہیں لبیک آوازِ حق پر　　یہ لاشے ہیں حق کا پتہ دینے والے
یہ مقتل میں کیا مطمئن سو رہے ہیں　　شجاعت کا جذبہ جگا دینے والے
خود اپنے لہو میں نہائے ہیں کیا کیا　　صداقت کو رنگیں قبا دینے والے
کہاں ہیں اب ایسے شہیدانِ ملت　　تہِ تیغ قاتل دعا دینے والے
وہی آج ہیں دستگیرِ دو عالم　　وہ دریا پہ بازو کٹا دینے والے
سدھارے کہاں اپنے جھولے سے اصغرؑ　　حرم کو ذرا آسرا دینے والے
ملیں گے نہ اب رزم گاہِ جہاں میں　　وہ اصغرؑ کو اکبرؑ بنا دینے والے
یہ جھولے سے مہدِ شہادت میں پہنچے　　قیامت کا جھونکا دیا دینے والے
لہو چشمِ حق میں سے رُلوا رہے ہیں　　یہ ہر زخم پر مُسکرا دینے والے
تعجب ہی کیا ہے خدائی جو لے لیں　　خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے

یہ ایثار ہمت صداقت شہادت یہی ہیں پیامِ عزا دینے والے
بڑے صبر کا ماجرا ہیں یہ آنسو یہ آنسو ہیں طوفاں اٹھا دینے والے
قیامت ہیں نجمی کے پُر درد نوحے
عزا دار کا دل ہلا دینے والے

○

چاک گریباں

حسرتیں پھوپھیوں کی ماں بہنوں کے ارماں لے گئے
اکبرِ مہ رو گلستاں کا گلستاں لے گئے
نیند نے آنکھیں پھرا لیں چین رخصت ہوگیا
سارے گھر کی جان تھے آسائشِ جاں لے گئے
دن ڈرانے ہوگئے راتیں اندھیری رہ گئیں
صبح روشن لے گئے شامِ درخشاں لے گئے
جس کے سلجھانے میں راحت سی دلِ مادر کو تھی
کون سی منزل میں وہ زلفِ پریشاں لے گئے
وہ جوانی کی امنگیں وہ جوانی کی بہار
موت کی تقریب میں شادی کے ساماں لے گئے
اب تبسم بیکسوں کے لب پہ آنے کا نہیں
بند آنکھوں میں مسرت کے چراغاں لے گئے
اس چمن میں پھر نہ آئی وہ نسیمِ جاں فزا
موسمِ گل لے گئے عہدِ بہاراں لے گئے
کر دیا آخر گریباں چاک ساری قوم کو
خون میں ڈوبا ہوا چاکِ گریباں لے گئے
زندگی باقی ہے ہوشِ زندگی باقی نہیں
پالنے والوں کا احساسِ رگِ جاں لے گئے
دیدنی تھا جاں نثاروں کا سلامِ رخصتی
چھین کر ایک ایک سے جینے کا ارماں لے گئے
آخری دیدار کی شب کیسی جلدی ڈھل بسی
صبح اپنے حُسن کی شمعِ فروزاں لے گئے
پرورش کی قوم کی اپنا گلا کٹوا دیا
جنتِ داماں و فردوسِ گریباں لے گئے

کربلا میں آنے والے کتنی جانیں دے چلے
پھیر کر یثرب کو کتنے جسم بے جاں لے گئے

مٹ گئی راہِ خدا میں ساری اولادِ عقیلؑ
لاڈلے مسلمؑ کے یہ فخرِ نمایاں لے گئے

آتے آتے رہ گیا عونؑ و محمدؑ کا شباب
چاندنی لوٹا کے دونوں ماہِ تاباں لے گئے

قوتِ بازو ہوا تعویذ قاسمؑ کے لیے
اپنے بابا کا نوشتہ دے کے میداں لے گئے

نہر سے کوثر کا رستہ مل گیا عباسؑ کو
تشنگی کے درد کی اُمید درماں لے گئے

عمر بھر ماں کو نہ بھولی اصغرِؑ ناداں کی یاد
عمر بھر کی زندگی دو دن کے مہماں لے گئے

دیکھتے ہی رہ گئے کونین منکا ڈھل گیا
اپنے شبنم سے گلے پر زخمِ پیکاں لے گئے

نجم دنیا آلِ پیغمبرؐ کی دشمن ہی رہی
دل پہ کیا کیا داغ امت کے نگہباں لے گئے

○

لالہ زار

یہ محبتِ رسولؐ کا انجام کار ہو
سادات کے لہو سے زمیں لالہ زار ہو

فطرت ہے جس کے سوگ میں وہ گلعذار ہو
تم اے حسینؑ گلشنِ غم کی بہار ہو

ہو آلِ مصطفیٰؐ کا لہو جس کے دوش پر
وہ انقلاب دہر کیوں نہ یادگار ہو

جس کے گلے پہ ثبت ہوں بوسے رسولؐ کے
اس کے گلے پہ خنجرِ قاتل کی دھار ہو

نقشِ قدم نے جس کے بنا دی خدا کی راہ
اُس کے قدم پہ جانِ دو عالم نثار ہو

آساں نہیں کہ موت کو اس طرح سونپ دے
انساں کو زندگی پہ اگر اختیار ہو

جس کی اذاں سے وجد میں آجائیں بحر و بر
اللہ اس کے سینہ پہ برچھی کا وار ہو

اصغرؑ گئے تھے پیاس بجھانے کے واسطے
بیجا نہیں ہے ماں کو اگر انتظار ہو

اللہ رے حبیب کی عظمت زہے نصیب — جس پر سلامِ بنتِ شہِؓ ذوالفقار ہو
عابدؑ اٹھے ہیں بارِ امامت لیے ہوئے — یہ پاؤں وہ نہیں جنہیں زنجیر بار ہو
کیوں اس کی یادگار منائیں نہ اہلِ دل — جذباتِ حریت کا جو پروردگار ہو
دیکھیں تو آنسوؤں کا گلا کوئی گھونٹ دے — جب ماتمِ حسینؑ میں دل بیقرار ہو
باطل کا زور توڑ دو ذکرِ حسینؑ سے — باطل میں اور حق میں جہاں کارزار ہو
اک لفظِ کربلا میں ہے وہ داستانِ غم — جس کا ہر ایک لفظ کلیجہ کے پار ہو
لطفِ غمِ حسینؑ سے نا آشنا ہے وہ — جس غمزدہ کے دل میں غمِ روزگار ہو

میں تجمؔ اپنا فرض سمجھتا ہوں منقبت
ناداں ہے دل جزا کا جو امیدوار ہو

○

اَب کہاں

فاطمہؑ زہرا کے جانی اب کہاں — وہ بشر دنیائے فانی اَب کہاں
جان دے دی جس نے ملت کے لیے — وہ پیمبرؐ کی نشانی اَب کہاں
چاند سورج چھپ گئے اسلام کے — مہر و مہ پر حکمرانی اب کہاں
جس کا خالق ہے نبیؐ کا لاڈلا — وہ حیاتِ جاودانی اب کہاں
جو حسینیؑ منچلوں کے دم سے تھی — وہ بہارِ جانفشانی اب کہاں
لے گئے یہ مرنے والے اپنے ساتھ — درد کی راحت رسانی اب کہاں
موت کا جو خیر مقدم کر گئی — وہ انوکھی زندگانی اب کہاں
وہ حسینؑ اور وہ حسینیؑ کارواں — یہ وفا یہ قدر دانی اب کہاں

لے گئے اکبرؑ جوانی قوم کی ۔۔۔ ہائے اکبرؑ کی جوانی اب کہاں
اب کہاں وہ حسرتِ زخمِ جگر ۔۔۔ خونِ دل کی وہ روانی اب کہاں
اُٹھ گئے مہماں کے خیمے نہر سے ۔۔۔ تشنگی حاضر ہے پانی اب کہاں
جس سے اصغرؑ نے کہا پیاسے ہیں ہم ۔۔۔ وہ زبانِ بے زبانی اب کہاں
کر گئے نام اپنا عباسِؑ جری ۔۔۔ اب کہاں کرّارِ ثانی اب کہاں
منزلِ صبر آزما میں سربکف ۔۔۔ جستجوئے کامرانی اب کہاں
سوگ ہے شبیرؑ کا اور اہلبیتؑ ۔۔۔ اِن کے گھر میں شادمانی اب کہاں
قید غم ہے اور یتیمانِ حسینؑ ۔۔۔ وہ فضائے مہربانی اب کہاں

زندگی نے مار ڈالا نجمؔ کو
نجمؔ کی شیوا بیانی اب کہاں

○

شانِ جلالت

سردے کے نانا جان کی دولت بچا گئے ۔۔۔ اسلام مٹ رہا تھا کہ شبیرؑ آ گئے
اسلام کو نگاہوں کا مرکز بنا گئے ۔۔۔ اُٹھے حسینؑ اور دو عالم پہ چھا گئے
گردن پہ تیر ہنسلیوں والے بھی کھا گئے ۔۔۔ میدانِ کارزار میں منّت بڑھا گئے
کیا پوچھتے ہو کیسے تمہارے حسینؑ تھے ۔۔۔ ایسے تھے زیرِ تیغ بھی جو مسکرا گئے
مقتل نہ تھا حسینؑ کا دربار عام تھا ۔۔۔ ہاتھوں پہ سر لیے ہوئے اہلِ وفا گئے
رُخ پھیر دیں فرات کا جن کو تھا اختیار ۔۔۔ وہ تین دن کی پیاس کے صدمے اٹھا گئے
ساحل پہ آئے مشک بھری اور پلٹ پڑے ۔۔۔ عباسؑ اپنی شانِ جلالت دکھا گئے

کہتی ہیں آج تک یہی موجیں فرات کی — پانی تلک پیا نہیں کیا آئے کیا گئے
گھوڑے سے گر کے جانِ یداللہ وقتِ عصر — اب تک جو ہے بلند وہ طوفاں اٹھا گئے
سائے میں تیغِ ظلم کے سو کر اجل کی نیند — جسمِ بشر میں روحِ شرافت جگا گئے
طوفانِ آبِ تیغ بھی شرما کے رہ گیا — بچے ذرا ذرا سے لہو میں نہا گئے
کیا دل پہ اختیار تھا کیا غم پہ اقتدار — اٹھے نہ پھر کسی سے جو صدمے اٹھا گئے
مقتل سے بھی گزر گئے زنداں کے در سے بھی — قوموں کے رہنماؤں کو رستہ بتا گئے

شاعر ہیں اہلِ بیتِ رسالتؐ پناہ کے
اٹھا یہ شور تجم جو مجلس میں آ گئے

○

راہِ رضا

میدانِ شہادت میں حسینؑ آئے ہوئے ہیں — پیغامِ حیاتِ ابدی لائے ہوئے ہیں
دریا پہ علمدارؑ کو ٹوکا ہے کسی نے — تلوار نکالے ہوئے جھنجھلائے ہوئے ہیں
نیزہ پہ بھی عباسؑ کا سر چیں بہ جبیں ہے — گیسو رُخِ پُر نور پہ بل کھائے ہوئے ہیں
اللہ نبیؐ زادوں پہ کیا ظلم ہوا ہے — بچے بھی کئی خون میں نہلائے ہوئے ہیں
شبیرؑ کہاں اور کہاں خواہشِ دنیا — یہ دوشِ پیمبرؐ کی ہوا کھائے ہوئے ہیں
روکو نہ انہیں جائیں گے میدان کو اصغرؑ — دنیا میں اسی دن کے لیے آئے ہوئے ہیں
جو آگ لگا دیتے ہیں تلوار سے رَن میں — نازک ہیں بہت دھوپ میں سنولائے ہوئے ہیں
کیا صبر کی تنظیم ہے اس تشنہ لبی میں — کیا اہلِ حرم بچوں کو بہلائے ہوئے ہیں
امداد کے طالب نہیں شبیرؑ کسی سے — خاموش ہیں کونین کو شرمائے ہوئے ہیں

زنداں میں وہی اب تیرے ماتم میں ہیں اصغرؑ
گیسو تیرے جن ہاتھوں کے سلجھائے ہوئے ہیں

جو سجدۂ خالق میں نہ تڑپے تہِ خنجر
کُل عالمِ اسلام کو تڑپائے ہوئے ہیں

اکبرؑ کی جوانی سے ہے ملت کی جوانی
سینہ پہ جوانی میں سناں کھائے ہوئے ہیں

کیا جوش پہ آیا ہوا ہے رنگِ شہادت
آفاق پہ رحمت کی طرح چھائے ہوئے ہیں

حق بھی ہے اسی سمت میں رُخ ان کا جدھر ہے
یہ راہِ رضا زیرِ قدم لائے ہوئے ہیں

یہ ضبط ربابؑ آپ کا شبیرؑ کے غم میں
معصوم سکینہؑ کو بھی سمجھائے ہوئے ہیں

شبیرؑ کا غم اور غمِ شبیرؑ کے آنسو
چشم و دلِ عارف میں جگہ پائے ہوئے ہیں

جس در کے فقیروں میں بشر بھی ہیں ملک بھی
ہاتھ اپنے وہیں نجم بھی پھیلائے ہوئے ہیں

○

اے حسین علیہ السلام

اسلام تیرا حاصلِ محنت ہے اے حسینؑ
دنیا میں دین تیری بدولت ہے اے حسینؑ

دیوار و در لرزتے ہیں ماتم کے زور سے
کیا پُر وقار شامِ شہادت ہے اے حسینؑ

ملت بھی سوگوار ہے فطرت بھی ماتمی
چہرہ شفق کا خون کی رنگت ہے اے حسینؑ

جینے کا اختیار تھا مرنا کیا پسند
کیا جبر و اختیار پہ قدرت ہے اے حسینؑ

یہ صورتیں یہ خاک بیابان کربلا
اِک اِک جری کی چاند سی صورت ہے اے حسینؑ

کیا کیا گلوں میں تیر ہیں سینوں میں برچھیاں
بچوں میں بھی بزرگوں کی ہمت ہے اے حسینؑ

مردانِ حرب و ضرب کا اللہ رے انتخاب
یکساں جنہیں جراحت و راحت ہے اے حسینؑ

وہ تشنگی وہ تیر وہ اِک پھول سا گلا
بے شیر کا خیال قیامت ہے اے حسینؑ

دریائے خوں میں ڈوب کے بھی پار اتر گئے
سب کے لبوں پہ موجِ مُسرت ہے اے حسینؑ

ہر دن نمازِ عصر میں آتی ہے تیری یاد
کیا دردناک عصر کی ساعت ہے اے حسینؑ

زخمی جبیں لہو سے مصلّے رنگا ہوا
یہ روحِ معرفت یہ عبادت ہے اے حسینؑ

زخمی اسد کے قبضہ میں جیسے شکار ہو
قدموں میں کائنات کی دولت ہے اے حسینؑ

یہ تیرے ساتھ موت میں کیسی حیات تھی
زندہ جو رہ گئے انہیں حسرت ہے اے حسینؑ

گزرا ہے اس طرح سے اسیروں کا قافلہ
خود جادۂ صواب کو حیرت ہے اے حسینؑ

نیزے پہ سر ہے دوشِ پیمبرؐ پہ ہیں قدم
یعنی ہر اک حال میں رفعت ہے اے حسینؑ

کیا منتہائے درد تھی کیا دل میں درد تھا
ہر اہلِ دل کو تجھ سے ارادت ہے اے حسینؑ

بزمِ عزا کی شان ہے عباسؑ کا علم
بیدار اب بھی روحِ جلالت ہے اے حسینؑ

انصار کی قلیل سی تعداد دیکھ کر
غرقِ عرق جبینِ مودت ہے اے حسینؑ

سمجھے گا کیا کوئی میری سینہ شگافیاں
واللہ تیرے درد میں لذت ہے اے حسینؑ

میدانِ کربلا نہ سہی کربلا سہی
قدموں میں جان دینے کی حسرت ہے اے حسینؑ

حوصلۂ بشر

بعدِ حسینؑ یوں کوئی جلوہ نما نہیں ہوا
حوصلۂ بشر کبھی کرب و بلا نہیں ہوا

ہائے وہ ارضِ کربلا ہائے وہ سجدۂ جبیں
پھر تہِ تیغ جانستاں ذکرِ خدا نہیں ہوا

ہائے وہ نیزۂ ستم ہائے شبیہ مصطفیٰؐ
کوئی شبیہ مصطفیٰؐ پھر بخدا نہیں ہوا

ہائے ستم کی سرزمین ہائے وہ قاسمِ حسیں
یوں کوئی جسمِ نازنین نقشِ وفا نہیں ہوا

ہائے گلوئے اصغری ہائے شکیبِ سروری
دہر میں پھر یہ مصرفِ تیرِ قضا نہیں ہوا

ناصرِ دینِ حق تھے سب، سب نے وفا پہ جان دی
لشکرِ حق پرست میں خونِ وفا نہیں ہوا

ہائے حسینؑ کا لہو ہائے ہجومِ رنگ و بو
پھر کوئی خطۂ زمیں خاکِ شفا نہیں ہوا

ہائے مصیبتِ حرم قیدِ حیات و قیدِ غم
کوئی شریکِ حالِ دل غم کے سوا نہیں ہوا

قید کے رات دن کٹے پاؤں کی بیڑیاں کٹیں
سوزِ جگر میں رہ گیا درد جدا نہیں ہوا

کونسی رات تھی وہ جب داغِ جگر نہیں جلا
کونسا روز تھا وہ جب زخم ہرا نہیں ہوا

تجمؔ کہیں ہمارے بعد اہلِ عزا یہ نہ کہیں
تجمؔ کی طرح پھر کوئی نوحہ سرا نہیں ہوا

O

آخری سجدہ

زرد کرنیں ڈوبتا سورج زمینِ کربلا
کربلا کی خاک پہ مسند نشینِ کربلا

تھک ساعت عصر کی ڈھلتا ہوا عشرہ کا دن
نرغۂ اعدا میں تنہا ایک نفسِ مطمئن

ایک زخمی، غم زدہ بیکس مسافر، تشنہ کام
اس کی ہمت پہ درود اور اس کی غربت پہ سلام

اپنی مرضی کے مطابق وقت کو ڈھالے ہوئے
آخری سجدہ کی خاطر موت کو ٹالے ہوئے

فرش پہ عرشِ الٰہی سے پیام آتے ہوئے
جانستاں تیروں کی بارش میں سلام آتے ہوئے

کائناتِ آب و گِل کی زندگی سہمی ہوئی
اس کے تیور دیکھ کر خود موت بھی سہمی ہوئی

خانۂ حق میں بلند اللہ اکبر کی صدا
کربلا میں خونِ اکبرؑ خاک پہ بہتا ہوا

تا بہ دریا بوئے خونِ بے زباں جاتی ہوئی
لاشِ عباسؑ جری ساحل پہ تھراتی ہوئی

باوفا انصار کے ریتی پہ لاشے چار سو
منہمک ذکرِ خدا میں بے گناہوں کا لہو

تشنہ کامی کی یہ منزل عقل پا سکتی نہیں
بے اجازت علقمہ نزدیک آ سکتی نہیں

حسرتِ دیدار میں اہلِ حرم سب منتظر
موت جلتی ریت پر خیمے میں زینبؑ منتظر

لب پہ ہر اک کے دعا میداں سے آنے کے لیے
در پہ فضہ منتظر پردہ اٹھانے کے لیے

ہاتھ سے بچوں کے دامن صبر کا چھوٹا ہوا
روحِ دریا مضطرب صحرا کا دل ٹوٹا ہوا

محوِ حیرت ہیں ملک سجدے کا عنواں دیکھ کر
ریت کے ذروں کو زخموں میں درخشاں دیکھ کر

غم زدہ مادر کی آوازِ بکا پھیلی ہوئی
قلبِ پیغمبرؐ دھڑکنے کی صدا پھیلی ہوئی

یہ عبادت اور ہے یہ کج کلاہی اور ہے
زیرِ خنجر یہ نمازی یہ سپاہی اور ہے

اس کے آگے پست ہے ایثار کا ہر معرکہ
اس نے سر سجدہ میں رکھا ہو گیا سر معرکہ

کٹ گئیں سوکھی رگیں گردن پہ خنجر چل گیا
لے لیا آغوش میں زہراؑ نے منکا ڈھل گیا

آخری سجدہ دلیلِ کامرانی اب بھی ہے
سینۂ گیتی پہ نقشِ جاودانی اب بھی

آخری سجدہ

تیرے سجدے میں ہے وہ روحِ جلالت اے حسینؑ
کانپتی ہے عصرِ عاشورہ کی ساعت اے حسینؑ

منتظر ہیں دست و دامانِ مشیت دیر سے
نذر کر دے آخری سجدے کی دولت اے حسینؑ

ارتباطِ خنجر و گردن پہ راضی ہو گئی
آج ماں کی مامتا ماں کی محبت اے حسینؑ

زلزلہ کون و مکاں کی چار دیواری میں ہے
جانِ زہراؑ سجدۂ آخر کی تیاری میں ہے

سینۂ اکبرؑ سناں سے پارہ پارہ ہو چکا
موت کی آغوش میں ننھا مجاہد سو چکا

اور صدمے بڑھ گئے ہیں بیکسی کی پیاس کے
ساحلِ دریا پہ شانے کٹ گئے عباسؑ کے

کیسے کیسے ناصرِ دینِ خدا مارے گئے — سر بکف میدان میں مسلم کے مہ پارے گئے
ثانیِ زہراؑ مہم ایثار کی سر کرچکی — اپنے دونو لاڈلے بچے نچھاور کرچکی
ہر مجاہد کی جگہ خیمے میں خالی دیکھ لی — لاشہ ابنِ حسنؑ کی پائمالی دیکھ لی
فرش پر عرشِ الٰہی سے پیام آنے لگے — اُس کے نفسِ مطمئنہ کو سلام آنے لگے
ہل گیا مقتل ملک آئے پیمبرؐ آگئے — علقمہ تھرا گئی ساقیِؑ کوثر آگئے
بہرِ تسلیمات خاصانِ الٰہی جھک گئے — سامنے حدِ ادب پر سب فرشتے رک گئے
کون جانے دشت و در کی بیقراری کب سے ہے — یہ کسے معلوم زہراؑ کی سواری کب سے ہے
دو جہاں کی قوتیں ہیں دست بستہ سامنے — کردیا ہے سب سے بے پروا خدا کے نام نے
خالقِ انسانیت نے اپنی قدرت سونپ دی — دستِ بیکس میں خدائی بھر کی قسمت سونپ دی
سجدہ فرماتا ابد سجدہ گزاروں کا سلام — تجھ پہ اے مظلوم تیری خوں کی دھاروں کا سلام
تیرے استقلال پر ہر پاک ہستی کا سلام — سینکڑوں زخموں کے حاملِ حق پرستی کا سلام
فاتحِ تشنہ لبی غم کے پیاموں کا سلام — تجھ پہ تیری معرفت کے تشنہ کاموں کا سلام

زیرِ خنجر تیرا سجدہ بندگی کی جان ہے
طاعتِ حق کی بلندی پر تیرا احسان ہے

○

آخری سجدہ

اک مسافر قبرِ پیغمبرؐ سے اٹھوایا ہوا — چھوڑ کر ماں کی لحد پردیس میں آیا ہوا
جس نے اتنے غم سہے دنیا کو حیراں کردیا — دردِ دل سے مرضیِ خالق کا دامن بھر دیا
جس کے ماتم سے ہے وابستہ حیاتِ اسلام کی — جس کے تن پر زخم ہیں کل کائناتِ اسلام کی

جس کے صبر وضبط نے فطرت کا چہرہ فق کیا
لاشِ اصغرؑ دفن کر کے جس نے شکرِ حق کیا

بن گئی آغوشِ مادر کربلا جس کے لیے
آئیں جنت سے تڑپ کر فاطمہؑ جس کے لئے

عصرِ عاشورہ کی ساعت پر نظر رکھے ہوئے
چہرۂ پُر نور جلتی ریت پر رکھے ہوئے

خون کی مسند بساطِ خاک پر بچھی ہوئی
چار جانب قدسیوں کی چشم تر بچھی ہوئی

ہر طرف اشکِ غمِ جن و ملک پھیلے ہوئے
دل کے ٹکڑے علقمہ کی نہر تک پھیلے ہوئے

زندگی ہے دم بخود بیکس کے تیور دیکھ کر
تھم گئی موت آخری سجدے کا منظر دیکھ کر

اس کی ہیبت سے زمین و آسماں مدہوش ہیں
لشکرِ دشمن میں طبلِ جنگ بھی خاموش ہیں

کشتگانِ عشق کے لاشے پڑے ہیں سامنے
ڈر سے سہمے ہوئے قاتل کھڑے ہیں سامنے

زیرِ خنجر وہ مجاہد وہ شہیدِ حق پناہ
لکھ رہا ہے خاک پر خونِ گلو سے لا الٰہ

انبیاء نذرانۂ اشکِ عقیدت لائے ہیں
اُس کا سر زانو پہ لینے خود پیمبرؐ آئے ہیں

قبرِ اصغرؑ بن چکی اکبرؑ کا لاشہ اٹھ چکا
در پہ زینبؑ آ گئی خیمہ کا پردہ اُٹھ چکا

کربلا خیمہ کے در پردہ حزینہ تو نہیں
دیکھنا ہمراہ زینبؑ کے سکینہؑ تو نہیں

آخری سجدہ نیاز و ناز کا ہنگام ہے
فاطمہؑ کا لاڈلا ہے اور خدا کا نام ہے

روشنی ڈالی جبیں کے نور نے قرآن پر
اُس کا سجدہ مہر ہے اللہ کے فرمان پر

ذرّہ ذرّہ کو زباں خونِ شہیدِ ناز دے
کیا عجب ہے کربلا جبرئیل کو آواز دے

آخری سجدہ کا نقشِ خونچکاں لے جایئے
عرش تک مولاؑ کی خاکِ آستاں لے جایئے

○

آخری سجدہ

ڈوبتے سورج کی غمگیں روشنی سجدے میں ہے
عصرِ عاشورہ کا مالک آخری سجدے میں ہے

زندگی کا ذکر کیا ہے موت بھی سجدے میں ہے
زیرِ خنجر جانِ زہراؑ و علیؑ سجدے میں ہے

کانپتا ہے عرشِ خالق سجدۂ شبیرؑ سے
ریگزار کربلا ہے اور شبیرؑ کا لہو

ہل گئے دل یہ سکونِ دل کا منظر دیکھ کر
آخری سجدہ قریب قبر اصغرؑ دیکھ کر

خاک کے بستر پہ دیکھا قدسیوں نے آج اسے
بچپنے میں زینتِ دوشِ پیمبرؐ دیکھ کر

تھرتھرا اٹھیں سنانیں تھم گئے دستِ ستم
تشنہ لب اہلِ وفا کو خون میں تر دیکھ کر

نہر پر سوتا ہے کوئی ہاتھ کٹوائے ہوئے
کوئی محوِ خواب سینہ پر سناں کھائے ہوئے

کوئی پامالِ سمِ اسپاں ہے خاکِ گرم پر
ٹکڑے ٹکڑے جسم جیسے پھول مرجھائے ہوئے

لال دو مسلم کے ہیں دو لاڈلے زینبؑ کے ہیں
زندگی پر فتح پائے موت پر چھائے ہوئے

انبیاء دل میں تولاّ کی امانت لائے ہیں
کتنے خاصانِ خدا نذرِ عقیدت لائے ہیں

کیا تعجب بال کھولے سیدہؑ بالیں پہ ہوں
اشکِ غم آنکھوں میں سرکارِ رسالتؐ لائے ہیں

عرش سے بہرِ سلام آئے ہیں جبریلِ امیں
حکمِ حق سے سعیِ مشکوراً کی نعمت لائے ہوئے

کائنات درد والے دین و دنیا کا سلام
اہلِ دل اہلِ نظر اہلِ تولاّ کا سلام

صدقے تیری پیاس پر بیتاب موجوں کی تڑپ
اے شہیدِ تشنہ لب مجبور دریا کا سلام

مالکِ صبر و شجاعت فاتحِ کرب و بلا
تیری ہمت پر خدائے کارفرما کا سلام

اعتراف احساں کا تیرے فرضِ عینی ہوگیا
آج دینِ مصطفیٰؐ دینِ حسینیؑ ہوگیا

○

کربلا کے مسافر

مقتل میں لاشیں رہ گئیں نیزوں پہ سر گئے
یارب یہ کربلا کے مسافر کدھر گئے

سر دیکھ کر حسینؑ کا جذبے ٹھہر گئے
اعدا نے اشک روکے تو چہرے اتر گئے

رُکتے ہیں جنگ سے کہیں شیرِ خدا کے شیر
اصغرؑ کہاں تھے جانے کے قابل مگر گئے

ڈوبا غمِ حسینؑ میں عشرہ کا آفتاب
لیلائے کائنات کے گیسو بکھر گئے

انصارِ باوقار کو اب چاہیے تھا کیا
زہراؑ کی لاڈلی سے دعا لے کے مر گئے

جاری ہے اب بھی سلسلۂ نصرتِ حسینؑ
وہ سب شہید ہیں جو محبت میں مر گئے

آبِ رواں میں ناخنِ پا بھی نہ تر کیا
عباسؑ بحرِ خوں میں گلے تک اتر گئے

امت کی ذہنیت ہی بدل دی حسینؑ نے
کیا ذکر ہے عمل کا ارادے سنور گئے

پڑھ کر نمازِ عصر کی شبیرؑ زیرِ تیغ
اِک عصرِ نو کی خلق میں تعمیر کر گئے

سمجھے نہ حق شناس بھی منزل حسینؑ کی
اتنا ہی کہہ سکے یہ بڑا کام کر گئے

پایا نہ قاتلوں نے کہیں چین عمر بھر
نظروں میں تھے حسینؑ کے تیور جدھر گئے

تھے تجمؔ خوش نصیب کہ ذکرِ حسینؑ پر
روحی فداک کہہ کے جہاں سے گزر گئے

پیامِ عمل

قتل کی شبیرؑ کی بات کدھر جائے گی
قبرِ پیمبرؐ پہ بھی کیا یہ خبر جائے گی

جاتی ہیں زینبؑ وطن بالی سکینہ بغیر
کس کو خبر تھی غریب قید میں مر جائے گی

آئی ہے عشرہ کی شام بال پریشاں کیے
چہرہ پہ مَل کر لہو غم کی سحر جائے گی

منزلِ کرب و بلا خون کا دریا سہی
ڈوب کے فوجِ خدا پار اُتر جائے گی

ماں کو نہ تھا وہم بھی چاند سی اکبرؑ کی شکل
خاک میں بھر جائے گی خون میں بھر جائے گی

سینۂ عباسؑ پر تیر بھی آئے تو کیا
نبضِ شجاعت یہاں اور اُبھر جائے گی

لاشے ہی لاشے حسینؑ دیکھیں گے انصار کے
عصر تلک جس طرف آج نظر جائے گی

خاک نشیں ہیں حرم قتل کے میدان میں
کیا اسی عنوان سے رات گزر جائے گی

قید سے چھٹ کر بھی ہیں قید میں چوتھے امامؑ
مجلس و ماتم ہی میں عمر گزر جائے گی

ملتِ اہلِ عزا حشر کے میداں میں بھی
درد بہ دِل جائے گی خاک بسر جائے گی

وقت کا احساس کیا ماتمِ شبیرؑ میں
صبح گزر جائے گی شام گزر جائے گی

اشک سلامت رہیں ماتمِ شبیرؑ کے
اب نہ تری آبرو دیدۂ تر جائے گی

نجمؔ ہمیں نزع میں صَرفِ عزا دیکھ کر
موت بھی کچھ دیر کو در پہ ٹھہر جائے گی

○